TQ Lesson 187 Surah Furqan Ayat 21-34 tafseer

آیت نمبر 21. وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ۗ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا

ترجمہ۔ جو لوگ ہمارے حضور پیش ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں "کیوں نہ فرشتے ہمارے پاس بھیجے جائیں؟ یا پھر ہم اپنے رب کو دیکھیں" بڑا گھمنڈ لے بیٹھے یہ اپنے نفس میں اور حد سے گزر گئے یہ اپنی سرکشی میں

وَقَالَ الَّذِينَ اور کہا ان لوگوں نے **لَا يَرْجُونَ** جو امید نہیں رکھتے ہیں **لِقَاءَنَا** ہماری ملاقات کی **لَوْلَا أُنزِلَ** کیوں نہیں اتارا گیا، کیوں نہیں نازل کیا گیا **عَلَيْنَا** ہم پر **الْمَلَائِكَةُ** فرشتوں کو وہ کہتے ہیں کیوں نہیں فرشتے ہمارے پاس بھیجے گئے ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں اترے **أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا** یا پھر ہم اپنے رب کو دیکھتے **لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا** وہ ایسا کیوں کہتے ہیں یہ دو مطالبات اس لئے کرتے ہیں کیونکہ **لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا** یہ وہ لوگ ہیں جو کہ بہت بڑائی رکھتے ہیں, بڑاگھمنڈ رکھتے ہیں **فِي أَنفُسِهِمْ** اپنے جی میں، اپنے دل میں ،اپنے نفس میں **وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا** اور حد سے گزر گئے اور سر چڑھ رہے ہیں **عَتَوًّا** سر چڑھنا ،شرارت کرنا **كَبِيرًا** بڑی یعنی بڑی شرارت ،بڑی سر کشی یا سر چڑھنا بڑی یا بڑا تو یہ بڑا گھمنڈ لے بیٹھے اپنے نفس میں اور حد سے گزر گئے اپنی سر کشی میں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعتراضات میں اپنے مطالبات میں اتنے آگے نکلے ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھ لیا اور سخت سر کشی کر لی اب آپ دیکھیں کہ اللہ رب العزت بات کا آغاز یوں بھی تو کر سکتے تھے کہ کافروں نے ایسے کہا لیکن یہاں پہ اللہ رب العزت کا انداز کیسا ہے **وَقَالَ الَّذِينَ** کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ رہے ہیں **وَقَالَ الَّذِينَ** كَفَرُوا کہ جنھوں نے کفر کیا انہوں نے یہ بات کہی۔ **وَقَالَ الَّذِينَ** کے بعد كَفَرُوا بھی آ سکتا تھا کہ کفر کرنے والے یہ بات کہہ رہے ہیں نہیں بلکہ یہاں پہ اللہ رب العزت بتا رہے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ کبر کی بیماری میں مبتلا ہیں اور سر کشی میں حد سے گزر گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ انکا کبر ان کی سر کشی بے نقاب ہو کر سامنے آئے اس لئے آپ دیکھیں کہ پہلے بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کے مطالبات اور اعترضات **وَقَالَ الَّذِينَ** کہا ان لوگوں نے **لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا** جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اب یہاں پہ جو رجاء کا لفظ ہے ویسے تو رجاء کہتے ہیں ایک اچھی امید۔ ایک پسندیدہ مرغوب مطلوب چیز کے لئے رجاء کا لفظ آتا ہے کبھی یہ لفظ خوف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن زیادہ تر رجاء امید کے لئے آتا ہے اور امید کیا ہوتی ہے آپ کو ایک اچھی چیز کی امید ہوتی ہے اور یہاں پہ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اچھی چیز کی امید کی بجائے رجاء لفظ استعمال ہوا ہے خوف اندیشہ کے معنی میں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں امید ہی نہیں ہے، جن کو خوف ہی نہیں ہے، جن کو اندیشہ ہی نہیں ہے، جن کو توقع ہی نہیں ہے **لِقَاءَنَا** ہماری ملاقات کی تو مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کی ملاقات کا انکار کرے گا تو در اصل وہ عقیدہ آخرت کا انکار کرتا ہے ان کو اس بات کا ڈر ہی نہیں ہے کہ وہ لوگ اللہ کے سامنے کبھی پیش بھی ہوں گے تو جس شخص کو اللہ کے سامنے پیش ہونے کا ڈر ہو، اللہ کے محاسبے کا ،اللہ کی پکڑ کا وہ اس طرح کی باتیں نہیں کرسکتا تو اصل بات ہے **وَقَالَ الَّذِينَ** ان لوگوں نے **لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا** جن کو ہماری ملاقات کی امید ہی نہیں ہے جن کو ہماری ملاقات کا اندیشہ اور خوف ہی نہیں ہے۔ ملاقات کا ان کو ڈر نہیں ہے جس کے نتیجے میں دو باتیں انہوں نے کہیں پہلی بات کیا کہی؟ **لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ** کہ کیوں نہ فرشتے ہمارے پاس اتارے گئے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل ہوتے تو آپ دیکھیں کہ ان کا فرشتوں کا مطالبہ کرنا کہ ہمارے پاس ایک فرشتہ

آنا چاہئے تھا یا فرشتے ہمارے پاس آتے تو کیوں ؟ ان کا مسئلہ یہ تھا یا ان کا یہ مطالبہ اس لئے تھا کہ جب فرشتہ ہمارے پاس آئے گا تو آ کر یہ کہے گا کہ یہ اللہ کا نبی ہے تم اس پر ایمان لے آو یعنی ہم سردار ہیں ،معاشرے میں برسر اقتدار ہیں، ہمارا ایک رتبہ اور مقام ہے تو ہم میں سے ہر شخص کے پاس ایک فرشتہ آنا چاہئے جو آ کر بتائے کہ تیرے رب نے یہ ہدایت کی ہے، تیرے رب نے اس کو پیغمبر بنایا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کا آنا بہت ضروری ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک فرشتہ ہر ایک کے پاس آئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں کا ایک وفد آئے مجمع عام میں ہم سب کے سامنے آ کر پھر اللہ کا پیغام ہمیں پہنچائے اور وہ تصدیق کرے کہ ہاں یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو یہ تھا ان کا مطالبہ آپ دیکھیں کہ کیسا عجیب مطالبہ تھا اور ان کا یہ مطالبہ کیسا سخت تھا کہ جیسے اگر رسول اللہ ﷺ یہ کہتے کہ مجھ پر فرشتہ نازل ہوتا ہے تو وہ کہتے تھے پھر ہم پر بھی آئے یا تو رسول اللہ کے ساتھ مستقل ہی رہے پیچھے آپ پڑھ چکیں ہیں اس طرح کے مطالبات ان کے اور یا پھر یہ کہ وہ ہمیں آ کر بتائے یا دوسری بات وہ یہ کہتے تھے **أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا** ۗ کہ ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ اب آپ دیکھیں کہ ان کا یہ مطالبہ کرناکہ ہمارا رب ہمارے سامنے آ جائے۔ فرشتوں کو دیکھنے کا مطالبہ کرنا یا پھر اللہ بےحجاب ہو کر ان لوگوں کے سامنے آ جائے اور یہ اپنی آنکھوں سے اللہ رب العزت کو دیکھیں تو یہ بڑا ہی سرپھرا مطالبہ ہے یہ مطالبہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو بہت ہی مغرور ہیں جو ایمان لانا ہی نہیں چاہتے کیونکہ فرشتوں کو دیکھنا یا اللہ کو دیکھنا یہ چیزیں کس سے تعلق رکھتی ہیں؟ غیب سے تعلق رکھتی ہیں اور جن چیزوں کا تعلق غیب سے ہو تو وہ تو آنکھوں سے دیکھی نہیں جا سکتیں تو پھر یہاں یہ اللہ رب العزت کہتے ہیں کہ یہ ایساکہتے کیوں ہیں یا ان کا یہ مطالبہ کیوں ہے؟ ان کا یہ مطالبہ اس لئے ہے کہ یہ کبر میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں گھمنڈ کے آخری درجے پر ہیں اور یہ اپنی سرکشی میں چونکہ حد سے زیادہ گزر گئے ہیں تو یہ سرکشی کا نتیجہ ہے، استکبار کا نتیجہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بڑی کٹ حجتیاں، سخت قسم کے مطالبات اور اعتراضات کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو ایمان بالغیب سے ہی تو آزمایا ہے اور اگر فرشتے انسان آنکھوں سے دیکھنے لگے یا پھر یہ کہ اللہ خود زمین پر آ جائے تو پھر امتحان ہی ختم پھر آزمائش کا دور ہی ختم ہو جاتا ہے اور آپ دیکھیے سورت الانعام آیت نمبر 8 میں بھی آپ پڑھ چکیں ہیں . **وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ** ۖ **وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ (8)** اللہ رب العزت کیا فرماتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ اور اگر ہم نازل کرتے فرشتہ تو فیصلہ ہی کر دیا جاتا اور پھر ان کو مہلت ہی نہ دی جاتی۔ فرشتوں کا نازل ہونا یا فرشتوں کو دیکھنے کی تین ہی شکلیں ہو سکتیں ہیں تینوں صورتیں آپ یاد کر لیں کہ نمبر ایک جب انسان کی موت کا وقت ہوتا ہے تو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور موت جب آتی ہے، انسان جب فرشتوں کو دیکھتا ہے دنیا سے تعلق تو کٹ جاتا ہے اور اس وقت کی تو توبہ بھی قبول نہیں ہوتی کجا یہ کہ کوئی ایمان لے آئے اور دوسرا کیا ہوتا ہے کہ دنیا میں فرشتے جب آتے ہیں تو اللہ کا قہر لے کر آتے ہیں اللہ کا عذاب لے کر آتے ہیں اس وقت بھی اگر کوئی شخص سنبھلنا چاہتا ہے تو وہ سنبھل نہیں سکتا اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو وہ توبہ نہیں کر سکتا ہے دنیا میں فرشتے کیا کرتے ہیں اللہ کا عذاب لے کر آتے ہیں تو اس طرح دو صورتیں ہیں دنیا میں فرشتوں کے آنے کی اور تیسری شکل کون سی ہے ؟وہ اس وقت ہوگی جب انسان مر کے قبر میں جا چکا ہوگا اور پھر یہ کہ قیامت ہوگی اور آپ دیکھیں کہ وہ بھی کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی جب قیامت ہوگی اور انسان قبر میں ہوگا تو فرشتے کیا کریں گے فرشتے اللہ تعالیٰ کی پولیس ہیں کیونکہ آپ یہ بات دیکھیں کہ اللہ رب العزت قرآن میں یہ کہتے ہیں۔ **وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا** (19) **وَسُيِّـرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا** (20,19- سورت النباء) جب آسمان دروازے دروازے ہو جائے گا جب پہاڑ چلنے لگ جائیں گے تو کائنات کا نظام جب درہم برہم ہو

جائے گا تو پھر اللہ کی یہ پولیس اللہ کے یہ فرشتے کائنات کا نظام سنبھال لیں گے ابھی تو نظر نہیں آتے اس وقت فرشتے ہوں گے ساری بادشاہیاں سارا نظام ختم ہو جائے گا اور اس وقت حساب کتاب کا وقت ہوگا تو فرشتوں کو دیکھنے کی تین ہی شکلیں ہیں ایک دنیا میں عذاب آنا نمبر دو جب جان نکالنے کا وقت ہوتا ہے موت کا وقت اور یا پھر یہ ہے کہ قیامت کا وقت تو تین شکلیں ہیں جب انسان فرشتوں کو دیکھے گا تو اللہ رب العزت کیا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا میں ہی کہتے ہیں **لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا** کہ فرشتے ہم پر آتے یا پھر ہم رب کو دیکھ لیتے اور آپ دیکھیں کہ رب کو دیکھنا بھی کب ہوگا ۔ **وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (22) وَجِيْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَـهُ الـذِّكْرٰى** (22,23- سورت الفجر) اللہ آئے گا فرشتے آئیں گے تو وہ وقت ہوگا حساب کتاب کا قیامت کا وقت ہوگا اس سے پہلے انسان اللہ کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تو یہاں پہ بھی بتایا جارہا ہے کہ اہل مکہ کے اعتراضات ان کے مطالبات، ان کے جاہلانہ سوالات، ان کی فرمائشوں کی جرأت اور ایسی جرأت کہ ایک عام انسان ایسی جرأت بھی نہیں کرسکتا جیسے یہ جرأت کرتے ہیں اور اصل بات کیا ہے کہ بیماری ہے ان کے اندر یہ کبر میں مبتلا ہیں اور حد درجے کا کبر ان کے اندر پایا جاتا ہے یہ حق بات کو رد کر رہے ہیں اور اللہ کے نبی کو حقیر سمجھ رہے ہیں ایمان لانے والوں کو دوسرے لوگوں کو یہ حقیر سمجھ رہے ہیں اور کبر ہوتا کیا ہے؟ "**الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ** اور آپ دیکھیے کہ کبر کیوں پایا جاتا ہے انسان کے اندر ؟ یہ کبر یا غرور یا بڑائی جو انسان کے اندر پائی جاتی ہے اس کی وجہ کیا ہے ؟ آپ سوچیں ہر شخص اگر بڑائی کی یا کبر کی وجہ بتائے تو اس سے نتیجہ کیا نکلے گا کہ میں اور آپ اس برائی سے بچے رہیں گے کیونکہ **حدیث** کا مفہوم ہے رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا ذرہ برابر بھی غرور ہو گاوہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور آپ دیکھیں کہ ابلیس کے اندر جب کبر آ گیا اور اپنے نفس پر اس نے غرور کیا تو اس نے کیا کہا تھا **خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ**(12- سورت الاعراف) تو اپنی بڑائی کا جب اس نے اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ محروم ہو گیا اسی طرح قوم عاد کو اپنی قوت، سلطنت پر جب غرور ہوا تو کہنے لگی کہ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے کوئی ہم سے طاقتور ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں رسوا اور تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تو یہ جو کبر ہوتا ہے تو اس کی کیا وجہ ہوتی ہے ؟آپ کیا سوچتے ہیں بڑا سمجھنا لیکن انسان اپنے آپ کو بڑا کیوں سمجھتا ہے یہ تو ٹھیک ہے کہ آپ اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہے ہیں دوسروں کو حقیر سمجھ رہے ہیں اس کی کچھ وجوہات ہیں 1. جسمانی طاقت ہو سکتی ہے کہ اپنی طاقت اور حکمرانی کی، عزت کا نشہ جب انسان پر آتا ہے تو انسان ظلم و ستم کرتا ہے جوا کھیلتا ہے دھوکا دیتا ہے اور تباہی کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے 2. انسان اپنی عزت اور شرف کی بنا پر بھی غرور اور تکبر کرتا ہے کہ جیسے شیطان نے کہا کہ میں آگ سے بنا ہوں انسان تو مٹی سے بناہے تو اسی کو اس نے اپنے کردار کی بلندی سمجھ لیا اور اللہ کا وہ انکار کر بیٹھا بالکل یہ وجہ بھی ہے کہ انسان اپنی کسی خوبی کی بنا پر سمجھ سکتا ہے کہ میرے پاس علم بہت زیادہ ہے، میرے پاس دولت بہت زیادہ ہے، میں خوبصورت بہت ہوں اور میرے پاس دوست بہت زیادہ ہیں تو یہ سب غرور کے مظاہر ہیں یہ کبر کی ساری چیزیں ہیں جس کی وجہ سے انسان کبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ ایسا شخص دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اس کے اندر عاجزی اور انکساری ختم ہو جاتی ہے اور یہی بات اس شخص کی تباہی کے لئے کافی ہے مثلاً کسی کے پاس دولت زیادہ ہے تو وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اب فضول خرچی کرے گا، اسراف کرے گا اور اپنے کپڑے ،جوتے، زیور، گھر اپنی دولت کی نمائش انہی چیزوں سے وہ مخلوق پر اپنی برتری کا اظہار کرے گا دوسروں کو حقیر سمجھے گا جوتی کی نوک پر، اچھے سے ملے گا نہیں، سلام نہیں کرے گا خوشی و غم میں شرکت

نہیں کرے گا کیونکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ بیٹھا اور شیطان نے بھی انکار کیوں کیا تھا اپنے آپ کو بڑا سمجھ بیٹھا **وَاسْتَكْبَرَ** پھر اس نے کبر کیا سورت البقرہ **وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ** (34)اور وہ انکار کرنے والوں میں سے ہو گیا۔ تو یہاں پہ بھی اہل مکہ سردار تھے امیر تھے غرور تھا ان کے پاس دولت تھی وہ ایک جتھہ تھے مضبوط تھے معاشرے کے اندر ان کو ایک عزت کا مقام حاصل تھا بعض اوقات انسان عبادت کی وجہ سے بھی غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جب انسان کثرت عبادت میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ چیز بھی انسان کے اندر خود پسندی پیدا کرتی ہے انسان اللہ تعالیٰ پر بھی احسان جتاتا ہے اور لوگوں پر بھی تو ایسے خود پسند کی ساری محنت، ساری ریاضت اللہ تعالیٰ ضائع کر دیتے ہیں تو اہل مکہ نے جو کبر کیا اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اتنی سخت بات کہی انہوں نے۔ ہم اس کبر سے کیسے نکل سکتے ہیں؟ ہم اس سے کیسے بچیں؟ اور اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کریں جیسے ابھی آپ میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ جب اللہ سے تعلق کمزور ہوتا ہے تو انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا اور ہم یہ یقین رکھیں کہ علم ، مال ، طاقت ،حسب نسب ہے یا اس کا شرف ہے یا پھر اچھے دوست ہیں یا حُسن ہے یا اچھا قد ہے یا شوہر ہے یا اولاد نیک ہے جو کچھ بھی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہےاور جس اللہ نے یہ عطا کیا ہے وہ اللہ ہم سے چھین بھی سکتا ہے اور ہم اللہ کی کتنی ہی عبادتیں کیوں نہ کر لیں ہم کتنی ہی ریاضتیں کیوں نہ کر لیں ہم کتنے ہی نیک کیوں نہ بن جائیں بہرحال جتنی اللہ نے نعمتیں عطا کیں ہیں ان نعمتوں کا اجر اور بدلہ ہماری عبادت اور ریاضت نہیں بن سکتیں ہیں کیونکہ اصل بزرگی اور فضیلت کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہر اچھائی دینے والا وہ ہے اور پھر وہ ہر اچھائی سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ **حدیث** کا مفہوم ہے "رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تم میں سے کسی کو اس کے عمل نجات نہیں دلا سکیں گے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو بھی فرمایا مجھے بھی نہیں الا یہ کہ اللہ سبحان وتعالی مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں۔" اصل بات پھر کیا ہے مجھے اور آپ کو اپنے آپ کو کبر سے بچانا چاہئے تو اہل مکہ کے اندر کبر کی بیماری پائی جاتی تھی اس بیماری کی وجہ سے انہوں نے دو مطالبات کیے خاص طور پر یہاں ان کے دو اعتراضات کا ذکر ہے کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے اور دوسری بات کہ ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ اصل وجہ ان کے مطالبات کرنے کی اور کبر میں مبتلا ہونے کی کیا ہے ؟کہ ان کو آخرت کا یقین ہی نہیں

آیت نمبر 22. يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا

ترجمہ-جس روز یہ فرشتوں کو دیکھیں گے وہ مجرموں کے لئے کسی بشارت کا دن نہ ہوگا، چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا۔

پھر فرمایا **يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ** جس روز یہ دیکھیں گے فرشتوں کو **لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ** وہ مجرموں کے لئے کسی خوشخبری کا دن نہیں ہوگا فرشتوں کا دیکھنا کوئی خوشخبری کی بات تو نہیں ہے اور میں نے آپ کو یہ بات بھی بتائی ہے کہ فرشتوں کے نزول کی تین ہی شکلیں ہیں یا دنیا میں اللہ کا عذاب لے کر آ جائیں گے یا موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور اسی وقت انسان کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرا انجام کیسا ہے۔ **وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا** (1) جوڑوں میں گھس کر (سختی سے جان) نکالنے والوں کی قسم ہے-**وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا** (2) اور بند کھولنے والوں کی۔ نیک لوگوں کی تو آرام سے روح نکالی جاتی ہے جو برے لوگ ہیں ان کے لئے جو فرشتے آتے ہیں وہ بڑے ڈوب کر کھنیچ کر ان کی روح کو نکالتے ہیں

تو اسی وقت انسان کو پتہ چل جاتا ہے۔ مجرموں کے لئے وہ خوشی کا وقت نہیں ہے اور پھر قیامت تو ویسے ہی بڑی ہی مشکل کا وقت ہے، بڑی ہی تنگی کا وقت ہے، بڑی ہی پریشانی کا وقت ہے اور اس وقت ہر انسان کو آپا دھاپی پڑی ہوگی ہر شخص کو اپنی فکر ہوگی کہ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے تو اللہ رب العزت کیا فرماتے ہیں **يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ** جس روز یہ فرشتوں کو دیکھیں گے **لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ** وہ مجرموں کے لئے کسی خوشخبری کا دن نہیں ہوگا اور مجرم جرم کرنے والے، گناہ کرنے والے، اللہ کی نافرمانیاں کرنے والے، اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے ،کفر اور شرک کرنے والے، دنیا کی زندگی میں اپنی مرضی کرنے والے تو اس وقت ان کے لئے کوئی خوشی کی بات تو نہیں ہوگی کیونکہ فرشتے قہرِ الٰہی بن کر ان پر نازل ہوں گے **وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا** وہ چیخ اٹھیں گے وہ پکار اٹھیں گے **حِجْرًا مَّحْجُورًا** کیا پکاریں گے وہ لوگ؟ وہ یہ کہیں گے کہ بنا دی جائے کوئی آڑ اوراس وقت وہ بولیں گے ، وہ کہیں گے کہ ہم تم سے پناہ مانگتے ہیں **حِجْرًا مَّحْجُورًا** اصل میں **حِجْر** سے ہے یہ **(ح ج ر)** مصدر ہے اور حجر پتھر کو کہتے ہیں اور حجر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پتھر کی طرح سخت ہو اور روک یا آڑ کا کام دے اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ جب کسی دشمن کو وہ دیکھتے یا کسی دشمن سے ان کو خطرہ محسوس ہوتا یا کوئی مصیبت آتی ہوئی ان کو نظر آتی کہ اب ہم پر کوئی آندھی طوفان مصیبت یا کوئی دشمن کا ایک قافلہ یا ایک لشکر ہم پر آرہا ہے تو اس وقت دور سے ہی کہنے لگتے **حِجْرًا مَّحْجُورًا** کہ اس سے اللہ کی پناہ یا اللہ ہمیں اس سے بچا لے تو اب یہاں پر ان مجرموں کا یہ کہنا کہ **حِجْرًا مَّحْجُورًا** تو معنی کیا ہیں کہ پناہ ہے پناہ آپ اس کو یوں بھی بول سکتی ہیں جس کا ترجمہ ہے کہ پناہ ہے پناہ۔ تو قیامت کے روز فرشتوں کو جب مجرم دیکھیں گے کہ عذاب کا سامان لے کر آ رہے ہیں عذاب لے کر آ رہے ہیں تو دنیا کے مطابق اس وقت وہ کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ اور معاذ اللہ جیسے آپ بولتے ہیں کہ اللہ کی پناہ اور یا پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ **حَرَامًا مُحَرَّمًا** قیامت کے روز جب لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے تو عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر وہ لوگ یہ کہیں گے کہ ہم پر یہ چیز گویا کہ حرام ہے ہمیں یہ چیز نہ ملے، یہ مشکل ہم پر نہ آئے وہ اللہ کی پناہ چاہیں گے تو اس لئے یہ کہیں گے یا پھر کہتے ہیں کہ اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مجرموں نے خودہی تو فرشتوں کو مانگا، خودہی فرشتوں کا مطالبہ کیا اور اُس دن جب یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو اُس وقت فرشتے ان کے جواب میں یہ کہیں گے **وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا** فرشتے کہیں گے کہ **حِجْرًا مَّحْجُورًا**جس کے معنی کیا ہیں ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ رکاوٹ ہو دوری ہو کس سے دوری ہو رکاوٹ ہو کہ آج جنت کافروں کے لئے روک دی گئی ہے ان کے لئے رکاوٹ ہے یا پھر اس کے معنی یہ ہوں گے حِجْرَمْ مَحْجُورَا کے حَرَامًا مُحَرَّمًا کہ آج جنت کافروں پر حرام ہے آج جنت کافروں کے لئے ممنوع ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ وہ دن بڑا ہی سخت ہوگا

آیت نمبر 23. وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا

ترجمہ۔اور جو کچھ بھی ان کا کیا دھرا ہے اُسے لے کر ہم غبار کی طرح اڑا دیں گے

وَقَدِمْنَا اللہ رب العزت کہتے ہیں کہ حال یہ ہوگا کہ ہم قدم رکھیں گے اب آپ دیکھیں کہ یہ کہنا کہ ہم قدم رکھیں گے تو سیدھی سی بات ہے کہ اللہ رب العزت ایسے نہیں ہیں اور ایک عام انسان پر ان کو منطبق تو نہیں کیا جاتا تو دراصل اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالی متوجہ ہوں گے **وَقَدِمْنَا** اور ہم پہنچے جیسے ہوتا ہے نا کہ قدم با قدم آگے بڑھنا تو اصل میں اس وقت حال یہ ہوگا کہ اعمال کے حساب کتاب

کے لئے پوری کائنات کا نظام بالکل ہی تبدیل ہو چکا ہوگا تو **وَقَدِمْنَا** اور ہم پہنچے **اِلٰی مَا عَمِلُوا** ان کاموں پر **مَا عَمِلُوا** جو انہوں نے عمل کیے **مِنْ عَمَلٍ** عملوں میں سے تو دنیا میں انسان جو کام کرتا تھا اور اس وقت امتحان ہو رہا تھا اب اعلانیہ طور پر اللہ تعالیٰ وہاں پہ ان کے اعمال کے حساب کتاب کے لئے ایک دربار لگائیں گے ان لوگوں کی خبرگیری کی جائے گی اس کا یہاں پر اللہ رب العزت اظہار کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کو بڑا ہی مان تھا کہ ہم تو بڑے ہیرو ہیں ہم تو مکہ کے سردار ہیں اور آخرت بھی کوئی چیز ہے آخرت کا وہ انکار کر رہے تھے اور آپ دیکھیں کہ دنیا میں لوگ عمل کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو ان کو کوئی احساس ہی نہیں ہوتا کہ میری نیت کیسی ہے اور ایمان ہے کے نہیں اور اہلِ مکہ بھی کیا کرتے تھے حاجیوں کو پانی پلاتے تھے حاجیوں کی خبرگیری کرتے تھے غریبوں ،مسکینوں، بیواؤں کے لئے فنڈ اکٹھا کرتے تھے کام کرتے تھے وظیفے وغیرہ ساری چیزیں تو اب ہوگا کیا **وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ** عملوں میں سے جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہوگا ہم ان عملوں کے لئے متوجہ ہوں گے ان کا حساب کتاب کریں گے **فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا** اور ہم پھر کیا کریں گے؟ کہ ہم ان عملوں کو غبار کی طرح اڑا دیں گے اور جیسے کہ آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ **هَبَاءً** کسے کہتے ہیں **(ہ ب و)** سے یہ لفظ نکلا ہے اور یہ ان باریک ذروں کو کہتے ہیں جو کسی سوراخ سے گھر کے اندر داخل ہونے والی سورج کی کرن میں محسوس ہوتے ہیں آپ دیکھیں کوئی چھوٹا سا سوراخ ہے چھوٹی سی ایسی آپ کو جگہ نظر آرہی ہے کہ وہاں سے آپ محسوس کر رہی ہیں کہ سورج کی روشنی آرہی ہے سورج کی کرن میں باریک باریک ذرے آپ کو بکھرے ہوئے اٹھتے نظر آتے ہیں اگر آپ ان ذروں کو پکڑنا چاہیں تو آپ پکڑ نہیں سکتیں آپ اکٹھا کرنا چاہیں اکٹھا بھی نہیں کر سکتیں اور اس روشنی سے ہٹ کر آپ دیکھنا چاہیں تو نظر بھی نہیں آتے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ اعمال جن کو دنیا میں یہ بڑا سمجھتے تھے کہ بڑی خدمات ہیں، بڑے کارنامے ہیں، بڑے کرشمے ہم نے دکھائے ہیں ،بڑے کام ہم نے کیے ہیں **فَجَعَلْنَاهُ** ہم بنا دیں گے **هَبَاءً مَّنْثُورًا** یعنی ان باریک ذروں کی طرح جو روشنی میں سورج کی کرن میں نظر تو آتے ہیں لیکن ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہوتی **مَّنْثُورًا۔ (ن ث ر)** سے ہے بکھری ہوئی ہر چیز کو کہتے ہیں جو کسی سے جھڑ کر بکھر جائے اور ویسے بھی آپ دیکھیں کہ شاعری میں بھی ایک نظم ہوتی ہے اور دوسرا ہم بولتے ہیں ادب میں نثر، نظم ایک منضبط چیز ہوتی ہے اکٹھی موتیوں کی طرح پرویا ہوا مضمون ہوتا ہے نثر بکھری ہوئی چیز ہوتی ہے غیر منضبط عبارت کو نثر کہا جاتا ہے تو **مَّنْثُورًا** یہ کیا ہے کہ اُس دن ان کے اعمال اڑے ہوئے ہوں گے، بکھرے ہوئے ہوں گے اور ان کے اعمال کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہوگی تو دراصل یہاں پر جو بات بتائی جا رہی ہے وہ کیا ہے ؟ کہ ان کا خودہی فرشتوں کا مطالبہ کرنا اور فرشتوں کا آنا ، فرشتے کب آئے جب حساب کتاب کا وقت شروع ہو گیا اور اب ان کے اعمال کیسے ہیں کہ عملوں کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے بالکل ہی **هَبَاءً مَّنْثُورًا** بن کر ان کے اعمال رہ گئے اور اسی طرح اگر آپ غور کریں تو سورت ابراہیم میں بھی اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ **مَّثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ـــــــــــ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ (18)** ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ہے**كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ** ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی ہے جس پر تیز ہوا چلے آندھی والے دن۔ اب آپ دیکھیں راکھ ہو اور اس پر تیز ہوا چلے آندھی والے دن تو وہ اعمال کیسے ہوں گے کچھ بھی نہیں رہے گا راکھ ساری اڑ جاتی ہے تو اسی طرح ان کے اعمال کا ناکوئی اجر ہے نا ان کا کوئی وزن ہے نا ان کا کوئی ثواب ہے۔ **لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ** جو کچھ بھی انہوں نے کمایا اس میں سے کسی بھی چیز پر قادر نہ ہوں گے **ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ** اور یہی ہے دور کی گمراہی۔ سورت ابراہیم آیت نمبر 18 میں آپ پہلے بھی یہ مضمون پڑھ چکی ہیں کہ یہاں **هَبَاءً مَّنْثُورًا** ذروں سے مثال دی ہے اور وہاں پہ

راکھ سے اللہ تعالی نے مثال دی ہے کہ آندھی والے دن راکھ ساری کی ساری اُڑ کر ختم ہو جائے گی تو ان کے بڑے بڑے کارنامے، بڑے بڑے اعمال کواللہ تعالی اُس دن راکھ کی طرح اُڑا دیں گے اُس دن **هَبَاءً مَّنثُورًا** ذرے بنا کر اُڑا دیں گے خواہ وہ عمل چھوٹا تھا یا بڑا تھا لیکن اللہ کے ہاں اُس عمل کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے کیوں؟ اس لئے کہ ان کا عمل بہت ہی حقیر ہے اسی طرح اللہ رب العزت نے سورت الکہف آیت نمبر 105 میں بھی یہ بات فرمائی ــــــ**فَحَبِطَتْ اَعْمَالُـهُـمْ فَلَا نُقِيْـمُ لَـهُـمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (105)** ہم قیامت کے دن ان کے اعمال کو کچھ بھی وزن نہیں دیں گے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے؟ بظاہر یہ اچھے عمل ہیں لیکن میزان میں جب رکھے گے تو ان کے اعمال کا کچھ بھی وزن نہ ہوگا اور اُس دن اللہ تعالیٰ جب چیزوں کو تولیں گے تو ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اپنے جثے میں بڑی نظر آرہی ہے تو وہ وزن کے لحاظ سے بھی بڑی ہو پہاڑ جتنا بھی اگر کوئی عمل نظر آرہا ہوگا اللہ کے ہاں اُس کاعمل تو ہوگا لیکن اللہ کے ہاں اُس کا کچھ بھی وزن نہیں ہوگا تو یہاں پہ بھی یہی بات ہے اور یہ بات مجھے اور آپ کو بہت زیادہ ڈرا رہی ہے مجھے اور آپ کو اِس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہوگا کہ عملوں کا کچھ وزن ہی نہ نکلے ایسا کیوں ہوگا کہ اعمال **هَبَاءً مَّنثُورًا** بن کر اڑا دیئے جائیں؟ تو اصل میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اعمال کے اندر ایمان نہیں تھا، ان اعمال کے اندر نیت میں اخلاص نہیں تھا اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقوں کے مطابق وہ عمل نہیں کیا گیا تو اس لئے اللہ کے ہاں ایسے اعمال کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے کوئی بھی وُقعت نہیں ہے اور یہ بڑی ہی بربادی کی بات ہے اور یہ بڑی ہی پریشانی کی بات ہے کہ انسان ساری زندگی محنت کرے اور پھر اس کو پتہ چلے کہ جو کچھ بھی میں نے کیا تھا وہاں پہ آخرت میں اس کا کچھ بھی حساب نہیں ہے کچھ بھی اس کا وزن نہیں ہے اس کے کوئی بھی نمبر نہیں ہے اس کا کچھ بھی اجرنہیں ہے تو یہ چیزیں بہت زیادہ لرزا دینے والی ہیں کپکپی طاری کر دینے والی ہیں تو مجھے اور آپ کو بھی ساتھ ساتھ اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میرے اعمال میں ایمان نہیں ہے یا ایمان کی کمی ہے یا نیت میں اخلاص نہیں ہے یا سنت کے طور طریقوں کے مطابق نہیں ہے جیسےاہل مکہ انکار کرتے تھے کہیں آج مجھ میں بھی انکار تو نہیں پایا جاتا ورنہ ہمارے یہ اعمال کیا ہوں گے **فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا** اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم ان کو غبار بنا کر اڑا دیں گے

آیت نمبر 24. أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا

ترجمہ۔ بس وہی لوگ جو جنت کے مستحق ہیں اُس دن اچھی جگہ ٹھہریں گے اور دوپہرگزارنے کو عمدہ مقام پائیں گے

اب یہاں پر نیک لوگ جو جنت والے ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جنت والے جو ہیں **يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا** کہ وہ اچھی جگہ پر ہوں گے اور آپ دیکھیے کہ یہاں پر جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ کیا ہے کہ **خَيرٌ** بہترین، اچھا **مُّسْتَقَرًّا (ق ر ر)** سے ہے اور اس کے معنی کیا ہیں قرار پانے کی جگہ تو اس دن جو جنتی ہیں ان کو بہترین ٹھہرنے کی جگہ ملے گی گویا کہ وہ اعلیٰ ترین آرام کی جگہ پر ہوں گے اصل میں **مُّسْتَقَرًّا** کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ مُسْتَقِل جو جائے قیام ہوتا ہے اس کو **مُسْتَقَر** کہتے ہیں تو ایک ہوتا ہے کہ کہیں کسی انسان نے تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لیا لیکن ایک ہے کہ کہیں کوئی شخص مُسْتَقِل آرام کرے اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ میرا مُسْتَقِل ٹھکانہ ہو ،گھر ہو دنیا میں بہت اچھا ہونا چاہئے اب بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں تو مائیں ان کی چیزیں بنانی شروع کر دیتی ہیں اسی طرح بعض

اوقات بعض لوگ ساری زندگی اسی غم میں گزار دیتے ہیں کہ گھر بنا لیں اپنا مُسْتَقِل ایک ٹھکانہ تو بن جائے بعض لوگ دو دو نوکریاں کرتے ہیں بعض چار چار کرتے ہیں کوئی زیور بیچ دیتا ہے کوئی ماں باپ سے پیسے لیتا ہے کوئی کچھ کرتا ہے کہتا ہے ایک ٹھکانہ تو مل جائے اور ایک عورت سے پچھلے دنوں ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ آپ کے حالات ہیں کیسے جارہے ہیں تو کہنے لگی کہ میں نے اپنی امی سے بڑا سیکھا میں نے کہا کیا مطلب کہنے لگی کہ ساری زندگی میری امی بچاتی رہیں اور بڑی تکلیف سے انہوں نے وقت گزارا اور بھابی مزے کر رہی ہیں بھابی اڑا رہیں ہیں اور کوئی بھی فنکشن کوئی بھی چیز گھر میں نوکر چاکر بھی ہیں اور باہر سے کھانا آتا ہے اور میں نے یہ سیکھ لیا کہ میں نے بچانا نہیں ہے ساتھ ساتھ زندگی میں آرام اور سکون سے زندگی گزارنی ہے اور جتنی ان سے میری گفتگو رہی مجھے ان کی بات میں یہ چیز زیادہ نمایاں نظر آئی کہ وہ یہی کہہ رہی تھی کہ ہمیں جیسے سعودیہ میں نوکری جب ملی تو ڈالر میں انہوں نے تنخواہ دی لیکن ہم نے دو سال بڑے مزے کیے باہر سے منگوانا بھی اور ساتھ ساتھ کھانا بھی اور مختلف چیزوں کے جو وہ نام گنتی رہیں اور بتاتی رہیں تو میں ان کی اس بات پر یہ سوچنے لگی کہ انہوں نے یہ سوچا کہ امی نے محنت کی اور وہ لوگ مزے کر رہے ہیں تو انسان کے اندر فطری طور پر یہ جذبات پیدا ہوتے ہیں کہ میری ماں نے کیوں نہ آرام کیا یا اس نے سکون اور چین کے دن کیوں نہ دیکھے تو اسی طرح ہم لوگ بھی جب چین سکون کی بات ہوتی ہے تو زیادہ تر دنیا کے چین اور سکون پر سوچتے ہیں کتنے ہم میں سے وہ لوگ ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ آخرت میں جنت میں گھر بنانا ہے، جنت میں محل بنانا ہے اور وہاں سکون اور چین کی زندگی بسر کرنی ہے تو اصل جو گھر ہے ہم سب کا وہ **مُّسْتَقَرًّا** جو مستقل جائے قیام میری اور آپ کی بننی چاہئے وہ تو آخرت کا گھر ہے جنت کا گھر تو اللہ تعالیٰ یہاں بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ **أَصْحَابُ الْجَنَّةِ** جو نیک لوگ ہیں ان کو مستقر ملے گا اچھی جگہ ملے گی اور ساتھ ہی کہا **وَأَحْسَنُ مَقِيلًا** اور دوپہر گزارنے کو بھی، قیلولے کے لئے بھی وہ عمدہ جگہ پائیں گے مقیلاً کا لفظ یہاں پر استعمال کیا گیا ہے اور مقیل جو ہے جیسے کہ آپ کو پتہ ہی ہے **(ق ی ل)** سے ہے مقیل، قیلولہ، دوپہر کو آرام کرنے کی جگہ کو بھی مقیل کہتے ہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی قیلولہ کرتا ہے تو اس کے لئے بھی یہ استعمال ہوتا ہے اور جب اہلِ جنت کا حساب کتاب ہوگا جیسے قیامت کا دن ہمارے موجودہ حساب سے پچاس ہزار سال کا دن ہے (ایک دن پچاس ہزار سال کا دن) اُس دن کی بھی دوپہر اور شام ہوگی آپ سوچیں ذرا اب **حدیث(مفہوم)** میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوپہر سے پہلے پہلے لوگوں کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائیں گے اتنی دنیا اور دوپہر سے پہلے پہلے لوگوں کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائیں گے اہلِ جنت تو جنت میں چلے جائیں گے اور اہلِ دوزخ دوزخ میں چلے جائیں گے اور یہ آیت کیا بتا رہی ہے کہ اہلِ جنت دوپہر کے بعد جنت میں جا کر سو جائیں گے قیلولہ کریں گے کیا الفاظ ہیں **أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا** یعنی ان کو خوب اچھا گھر ملے گا مستقل ٹھہرنے کو بڑا اچھا محل ،بڑی پیاری جگہ۔ **وَأَحْسَنُ مَقِيلًا** اور خوب جگہ دوپہر کے آرام کے لئے۔ پہلے خیر آگیا پھر احسن آگیا یعنی مستقل گھر بھی بہت اچھا ہے اور قیلولے کی جگہ بھی بہت اچھی ہے کیونکہ قیلولہ دوپہر کے بعد سونے کو بھی کہتے ہیں اور مقیلہ دوپہر کے بعد سونے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں جگہ بھی اچھی ہے اور ان کا سونا بھی اچھا ہے اور ایک **مفہوم حدیث** ہے کہ" مومنوں یا اہلِ جنت کو یہ پچاس ہزار سال کا دن ایسا ہلکا محسوس ہوگا جیسے کسی فرض نماز کا وقت ہوتا ہے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت کا عظیم الشان اور خوفناک دن ایک مومن کے لئے بہت ہلکا کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اتنا ہلکا جتنا دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے کا ہوتا ہے" یہ مسلم احمد کی روایت ہے اور جس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی

ہے آپ دیکھیں کہ قیلولہ کرنا تو قیلولے میں تھوڑی دیر آرام کیا جاتا ہے تو تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **وَأَحْسَنُ مَقِيلًا** بڑی اچھی جگہ ملے اور بعض لوگوں کو تو دنیا میں قیلولہ نصیب بھی نہیں ہوتا نوکری اور بھاگ دوڑ ہر وقت یا پھر یہ کہ لیٹ بھی جائیں تو سکون ہی نہیں ہوتا کہتے ہیں چند گھڑیاں لیٹی تھی بچو تم لوگوں نے تو قیامت بر پا رکھی اتنا شور کیا بیل ہی بجتی رہی کبھی فون کی کبھی گھر کی اور میں آرام ہی نہیں کر سکی اور چند گھڑیاں آپ لیٹیں آنکھیں بند کرکے دوپہر کے وقت آپ کو نیند نہ بھی آئے تو جسم کی تھکن دور ہوجاتی ہے ایک تازگی سی اور ایک نشاط اور سرور سا آپ اپنے جسم میں محسوس کرتے ہیں تو اصل بات کیا ہے کہ یہ بھی ایک سنت ہے اللہ کے نبی ﷺ کی اور اگر ہم اس کو سنت سمجھ کے کریں گے تو جو آرام کرنے کا فائدہ ہے وہ تو ملے گا لیکن سنت پر عمل کرنے کا اجر بھی ملے گا۔

آیت نمبر 25. وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا

ترجمہ۔آسمان کو چیرتا ہوا ایک بادل اس روز نمودار ہو گا اور فرشتوں کے پرے کے پرے اتار دیئے جائیں گے

اور وہ دن کیسا دن ہوگا یہ لوگ فرشتوں کا مطالبہ کرتے ہیں کہ فرشتے کیوں نہیں آئے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں ہم دیکھ لیتے کافر یہ مطالبہ کرتے ہیں؟ **وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ** اور اس دن کیا ہوگا پھاڑتا ہوا آسمان کو ،آسمان کو چیرتا ہوا ایک بادل نظر آئے گا، ایک بادل نمودار ہوگا اللہ رب العزت اعلان کر رہے ہیں کہ لوگو وہ دن اتنا سخت ہوگا، وہ اتنا خاص دن ہوگا کہ جس دن آسمان پھٹ جائے گا **وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ** کہ اُس دن پھٹ جائے گا آسمان **بِالْغَمَامِ** بادل سے اب آپ دیکھیں کہ کتنے ہزاروں لاکھوں کھربوں سالوں سے یہ کائنات کا نظام قائم ہے آسمان پہ ہم دیکھتے ہیں کوئی ایک رخنہ، کوئی دراڑ، کوئی شگاف بھی نظر نہیں آتا اور اُس دن پھٹ جائے گا آسمان **بِالْغَمَامِ** بادل سے **وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا** اور اُتارے جائیں گے فرشتے **تَنزِيلًا** اُن کا اُترنا گویا کہ فرشتے اس دن جب اُتاریں جائیں گے تو کیسے اُتریں گے؟ **تَنزِيلًا** کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں لگاتار ،مسلسل فرشتے اُتریں گے آسمان ایک بدلی، ایک بادل سے پھٹ جائے گا اور جب آسمان پھٹ جائے گا ایک بادل سے تو اصل میں وہ صرف بادل نہیں ہوگا بلکہ کیا ہوگا؟ کہ بادل کے ساتھ فرشتے ہوں گے اور بکثرت فرشتے اُس دن زمین میں اُتار دیئے جائیں گے تو یہ اُن کا اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ اور فرشتوں کو دیکھنے کا مطالبہ ہے تو اللہ تعالیٰ اب یہاں پہ جواب دے رہے ہیں کہ تم اُس دن کا تصور تو کرو، تُم سوچو تو سہی کہ جس دن آسمان پھٹے گا اور لگے گا کہ ایک بادل ہے لیکن ہوگا کیا کہ اُس کے اندر سے فرشتوں کے پرے کے پرے فرشتوں کی فوجوں کی فوجیں یکے بعد دیگرے لگاتار جو ہیں وہ اُتاری جائیں گی تو آپ سوچیں تو سہی آپ تصور تو کریں کہ دراصل یہ قیامت کے دن کی سختی کا اللہ رب العزت یہاں پہ ذکر کر رہے ہیں. جیسے سورت فصلت۔ **ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا** 11. پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ (اُس وقت) دُھواں (سا) تھا.اسی طرح سورت **الانبیأ** سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آسمان اور زمیں جڑے ہوئے تھے گڈمڈ تھے **———كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا (30۔** سورت الانبیأ**)** کہ وہ آپس میں ملے ہوئےتھے جڑے ہوئے تھے اور پھر اللہ نے ان کو الگ الگ کھول دیا۔ ہمیں پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اُس دن بادل میں سے فرشتے آئیں گے اور وہ حساب کتاب کا دن ہوگا **وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا 19.** آسمان اُس دن دروازے ہو جائے گا یعنی ایک جگہ سے نہیں پھٹے گا آسمان جگہ جگہ

سے اُس دن پھٹ جائے گا اور سورت النبإ سے بھی ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ایک دروازے کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ کیا ہو رہا ہے کہ اُس دن بہت سے دروازے آسمان میں بن جائیں گے۔ **إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا۔ 17 يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا. 18. وَفُتِحَتِ السَّمَاء فَكَانَتْ أَبْوَابًا 19. وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا 20. إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا** (20۔ سورت النبإ) تو اس سے بھی ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اُس دن آسمان دروازے ہو جائے گا، جگہ جگہ سے پھٹ جائے گا اور فرشتے آتے ہی چلے جائیں گے اسی طرح پھر اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا

آیت نمبر 26. الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا

ترجمہ۔اُس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہو گی اور وہ منکرین کے لئے بڑا سخت دن ہو گا

الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ اور اُس دن بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی ۚ **وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا** اور وہ انکار کرنے والوں کے لئے بڑا سخت دن ہوگا اب آپ دیکھیے کہ دنیا میں جتنی بھی حکومتیں ہیں، سرداریاں ہیں، بادشاہتیں ہیں ،ریاستیں ہیں جو بھی قوت، اقتدار ،کائنات کا نظام سارا درہم برہم ہو جائے گا سب کچھ ختم ہو جائے گا یہ بادشاہیاں یہ کائنات کے اندر کسی کو جوتھوڑا بہت ملا ہوا ہے انسان کو یہ چیزیں دھوکے میں ڈال دیتی ہیں انسان ایک سراب کوسمجھتا ہے کہ گویا کہ میں ہی سارا کچھ ہوں لیکن ہوگا کیا کہ اس دن سارا کائنات کا نظام ختم ہو جائے گا اور اصل بادشاہی اللہ کی ہوگی سورت المومن میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اس دن حال کیا ہوگا **يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰـهِ مِنْـهُـمْ شَىْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰـهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (16)۔** وہ دن جبکہ سب لوگ بےنقاب ہوں گے ننگے ہوں گے کھلے ہوں گے اللہ سے ان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہوگی پوچھا جائے گا **لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ** آج کس کی بادشاہی ہے ہر طرف سے جواب آئے گا **ۖ لِلّٰـهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ** اکیلےاللہ کی ہے جو سب پر غالب ہے سورت المومن آیت نمبر 16 اسی طرح **مفہوم حدیث** حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی ایک ہاتھ میں آسمانوں کو دوسرے ہاتھ میں زمین کو لے کر پوچھے گا میں ہوں بادشاہ، میں ہوں فرماں روا اب کہاں ہیں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں وہ جبار کہاں ہیں وہ متکبر لوگ کیوں؟ اسی لئے کہ بادشاہی صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ہوگی اور کوئی کسی کے ذرہ برابر کام نہیں آئے گا **وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا** اور وہ منکرین کے لئے بڑا ہی سخت وقت ہوگا تو اللہ رب العزت نے یہاں یہ کیوں کہا کہ منکرین کے لئے وہ سخت وقت ہوگا اس لئے کہ ہر شخص پر حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی ہر شخص کو یہ بات پتہ چل جائے گی کہ میں تو بڑے ہی دھوکے میں تھا میں نے تو سمجھا ہوا تھا کہ میں بہت کچھ کر رہا ہوں میرے بڑے عمل ہیں اور میں سب سے آگے بڑھ رہا ہوں لیکن وہاں پہ ہوگا کیا کہ اس وقت جو ہے دنیا میں انسان جو کچھ سمجھتا تھا وہ ساری چیزیں اس کے اعمال ہیں اس کی حقیقتیں ہیں وہ ساری ختم ہو کر رہ جائیں گی اس لئے وہ کافروں کے لئے بڑا ہی سخت دن ہوگا اور آپ دیکھیں کہ دنیا میں انکار کرنے والوں کے مطالبات کیا تھے وہاں پہ وہ دیکھیں گے کہ پورا نظام بدلا ہوا ہے وہاں پہ سارا کچھ ایک دم بدل گیا ہے کیونکہ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو، اس کی قہاریت کو، اس کی جباریت کو ظاہر کرتی ہیں اب دیکھیں کہ یہاں پہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ بادشاہی اس دن حق کی ہوگی ،عدل کے مطابق ،انصاف کے مطابق یعنی گویا کہ اس دن بالکل ٹھیک ٹھیک فیصلے ہوں گے دنیا میں آپ دیکھیں کہ کتنا زیادہ ظلم ہے اور جو لوگ بھی مجبور ہیں، محکوم ہیں یا دنیا میں ان کو تنگ کیا جاتا ہے یا ان پر ظلم کیا جاتا ہے عدل نہیں ملتا نہ لوگوں میں،

نہ عدالتوں میں اور ایک شخص کے ساتھ زیادتی بھی ہوتی ہے الٹا اس کو کوسنا بھی شروع کر دیتے ہیں ،اس کی عزت بھی لوٹی جاتی ہے ، اس پر ڈاکہ بھی ڈالا جاتا ہے تو برا بھلا بھی کہا جاتا ہے اور انسان کو کہیں **الحق** نہیں ملتا تو یہاں پہ بڑی نمایاں کر کے جو چیز بتائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس دن حق کی حکومت ہوگی تو الحق کون ہے اللہ تعالیٰ ہے الحق یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے پھر اللہ تعالیٰ کی خدائی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں ہر شخص کو حق کا پتہ چل جائے گا سارا زور اور اقتدار اللہ ہی کو حاصل ہے کسی اور کو ہے ہی نہیں۔ اچھا جب یہاں پہ یہ کہا جا رہا ہے کہ بادشاہی اللہ کی ہوگی تو یوں لگتا ہے کہ قوت و اقتدار کی بات ہو رہی ہے لیکن ساتھ ہی رحمان کا ذکر بھی آ گیا اور صرف رحمان نہیں الرحمان رحم کرنے والا تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو دو صفات ہیں وہ آپس میں ٹکراتی نہیں ہیں ایک ہے صاف عدل کرنا اور دوسرا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان ہے رحیم ہے تو آپ نے یہ بات بھی پڑھی تھی کہ رحمان مبالغے کا صیغہ ہے جیسے فَعْلَانُ کے وزن پر ہے غضبان، الرحمان، سکران تو بہت رحم کرنے والا تو جب آتا ہے رحمان تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے لیکن کافروں کے لئے قیامت کے دن اللہ کے پاس کوئی رحم نہیں ہوگا صرف اللہ تعالیٰ مومنوں پر اس دن رحم کرے گا دنیا میں تو اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے کافروں کو بھی اور مسلمانوں کو بھی سب کو اپنی نعمتوں سے اپنی دولت سے مالا مال کرتا ہے رزق سے ،بارش سے ،ہواؤں سے، سب چیزوں سے لیکن وہاں پہ عدل ہوگا انصاف ہوگا آپ اس کو یوں بھی سمجھ سکتی ہیں کہ ایک ہے بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور دوسرا ہے ابوجہل قیامت کے دن گو کہ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والے ہوں گے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ابو جہل کا اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا انجام ایک جیسا کریں اس دن پورا پورا عدل کیا جائے گا حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی **وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا۔** **عَسِيرًا (ع س ر)** سے ہے کہ وہ دن کافروں کے لئے بڑا ہی سخت ہو گا تو یہ آیات پھر ہمیں کیا بتاتی ہیں کہ ہم سب کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ جب وہ دن انکار کرنے والوں کے لئےسخت ہے تو ہم کہاں پہ کھڑے ہیں ہمارے اعمال کیسے ہیں جیسے کاہل آدمی ہے نماز کی اذان سن کر وہ سو جاتا ہے یا باتیں کرتا رہتا ہے یا اپنے کاموں میں لگا رہتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اب نماز کا وقت ختم ہونے کی قریب آنے لگا ہے تو آگے بڑھ کر پھر سوچتا ہے اچھا مجھے نماز پڑھنی چاہئے یا یہ ہے کہ ایمان کی کمی یا پھر سستی کاہلی اس پر طاری ہو جاتی ہے منافق کی ایک علامت ہے کہ وہ سستی کاہلی کے اندر نیکیوں اور فرائض کو چھوڑتا چلا جاتا ہے نیکیوں میں اور فرائض میں وہ پیچھے رہتا چلا جاتا ہے اور اس دن کی سختی سے مجھے اور آپ کو آج ڈرنا چاہئے اور آج اپنے اعمال کو بدلنا چاہئے

آیت نمبر 27. وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا

ترجمہ۔ ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا "کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا

پھر آیت 27 میں اللہ رب العزت جو لوگ کافر ہیں یا جو مکذبین ہیں یا جو مستکبرین ہیں یا جو **عُتُوًّا كَبِيرًا** کرنے والے ہیں ان کی مزید حسرت کا ذکر کرتے ہیں **وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ** کہ اُس دن کاٹے گا ظالم اپنے دونوں ہاتھوں کو اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ ایک ہاتھ کاٹے گا بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹے گا اور آپ دیکھیں کہ انسان اپنے ہاتھوں کو کیوں کاٹتا ہے جب بڑی ہی حسرت اور ندامت کے اندر ڈوبا ہوا ہو اور ہاتھ کاٹنا حسرت اور ندامت کی تصویر ہے حسرت اور ندامت کی طرف اللہ تعالی یہاں پر

اشارہ کر رہے ہیں کہ وہ لوگ حسرت اور ندامت کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹیں گے اپنے ہاتھوں کو انسان چبا چبا کر کہے گا۔ **یَقُولُ یَا لَیْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیلًا** اے کاش میں نے پکڑا ہوتا رسول کا راستہ، اے کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا اور آپ دیکھ لیجیے کہ یہاں پر جو چیز نمایاں ہوکر سامنے آرہی ہے کہ اُس دن انسان غم کرے گا پریشانی کا اظہار کرے گا کہ میں نے رسول کا ساتھ کیوں نہیں دیا تھا میں نے سنت پر عمل کیوں نہیں کیا تھا میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کیوں نہیں کی تھی **حدیث** کا مفہوم ہے " نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سب جنت میں داخل ہو جاؤگے مگر جو انکار کرے: لوگوں نے پوچھا لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ کون انکار کرتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا »جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا۔" **حدیث** کا مفہوم ہے :اسی طرح ایک اور موقع پہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، والداور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔پہلے اولاد کا ذکر ہے اور پھر والدین کا اور پھر سب لوگوں سے بڑھ کر کیونکہ جب اولاد ہو جاتی ہے تو بڑھاپے میں والدین تو بوڑھے ہوتے ہیں پھر والدین پیچھے ہو جاتے ہیں۔ تو اپنی اولاد اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر وہ مجھے محبوب نہ سمجھے مجھ سے پیار نہ کرے اور پیار سے مراد کیا ہے میری اطاعت نہ کرے تو وہ شخص جنت میں کیسے جائے گا ایمان ہی مکمل نہیں ہے اور جب ایمان مکمل نہیں ہے تو اس کے ساتھ ہی پھر آپ سوچیں کہ جنت میں بغیر ایمان کے کوئی شخص کیسے جا سکتا ہے نبی ﷺ سےحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی میں آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں پر اپنی ذات سے بڑھ کر نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر تیرا ایمان ہی مکمل نہیں اور اسی لمحے پھر انہوں نے کہا کہ میں اپنی ذات سے بھی بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہوں تو اس سے پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینا ہےاور کیسے ساتھ دینا کہ آپ کے مشن کو آگے بڑھایا جائے آپ کی سب سے بڑی سنت کیا تھی انسانیت ہدایت پا جائے وہ محسن انسانیت وہ رحمت العالمین میرے اور آپ کے غم میں گھل گئے نہ صبح دیکھی نہ شام نہ دن کا سکون نہ رات کا چین نہ رات کی نیند انہوں نے لی تو اصل بات کیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے رسالت کی ذمہ داری ان پر تھی وہ نذیر اور بشیر بنا کر بھیجے گئے تھے اس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی میں آرام کا تصور بھی نہ کیا تو اب میری اور آپ کی ذمہ داری کیا بنتی ہے کہ کاش کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا ادب کریں ان کا احترام کریں اور ان کا جو مشن ہے اس کو ہم آگے ہی آگے بڑھاتے چلے جائیں اور آپ اگر صحابہ کے طرز عمل کو دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے میں سب سے آگے نکلے ہوئے تھے اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں کیا بات آتی ہے **"الصحابي کالنجوم "** کہ میرے صحابہ تو ستاروں کی مانند ہیں آپ دیکھیں ستارے کیا کرتے ہیں چمکتے ہیں اندھیروں میں تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آپ کا جب ساتھ دیا تو کیسے ساتھ دیا نیکیوں میں، اعمال میں اور آپ کا ساتھ دینے میں وہ آگے ہی آگے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں کہ کیسے ساتھ دیا گرمی میں سردی میں اور کسی بھی وقت میں انہوں نے اپنے آپ کو بچا کر نہیں رکھا کبھی بھی۔ ہجرت کے موقع پر بھی انکی تعریف لکھنے والے یہ لکھتے ہیں کہ ہجرت کے سفر میں آپ دونوں کے سر کی قیمت جب سو سو اونٹ لگی تھی اور دشمن بھاگ دوڑ رہا تھا کہ کسی طرح وہ اونٹ حاصل کیے جائیں۔ جانوروں کی طرح سے وہ لوگ دوڑ رہے تھے اور کیا آپ کو پتہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ علیہ وسلم کیسے چل رہے تھے پیچھے پیچھے خود تھے اور آگے آگے رسول اللہ ﷺ کو رکھا ہوا تھا کہ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے آپ سوچیں تو

سہی ایسے موقع پر میں اکثر غور کرتی ہوں کہ یہاں امریکہ اور کینیڈا کی گلیوں میں جا رہے ہوں کتا ہی نظر آ جائے بھاگ کے ماں باپ آگے ہو جاتے ہیں بچہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ کتا بھونکتا نظر آیا یعنی ارادہ نہیں ہوتا بچے کو پیچھے چھوڑیں گے بھاگ کے آگے ہو جاتے ہیں اور اس دن، اس وقت تو مکہ کے کافر کتوں کی طرح گلیوں میں تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نےکیسے آپ کا ساتھ دیا آگے آگے آپ کو رکھا اور پیچھے خود رہے کہیں آپ کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا دے غار میں پہنچے رسول اللہ ﷺ کو اندر داخل نہیں ہونے دیا کہا آپ ذرا باہر رکیں میں دیکھوں اندر کوئی کیڑا تو نہیں اپنی جان کا کوئی خطرہ نہیں تھا اندر جا کے خود چیک کیا سب صاف کیا اور ایک سوراخ تھا جس کو بند کرنے کی کوئی چیز نہیں تھی اپنی ایڑی اس میں دے دی اور آپ کی ایڑی پر کیڑے نے کاٹ لیا رسول اللہ ﷺ کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا ہے اور آپ آرام کر رہے ہیں کیڑے نے کاٹا ہے درد کی شدت ہے آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اس وقت بھی جگایا نہیں یہ نہیں کہ سر کوسائیڈ پر کر دیا کہ کیڑے نے کاٹ لیا ہے تو بڑا مشکل وقت تھا نہیں ہلے کہ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل نہ پڑھ جائے تھوڑی دیر کے لئے آپ آرام کر رہے ہیں آپ کے آنسو بہے درد کی شدت سےاور آپ کے چہرے پر گرے تو پوچھا کیا ہوا؟ تو پتہ چلا کہ آپ کی ایڑی پر کیڑے نے کاٹ لیا ہے کسی کے اندر اتنی سکت ہے کہ اس طرح سے رسالت کا ساتھ دیا جائے، ہے کوئی ایسی سکت، ہے ایسی ہمت، ہے ایسا دل "کہنے کو مسلمان میں بھی ہوں" کہتے ہوئے شرم آتی ہے یہ دل چاہتا ہے کہ میں بھی ایک نعت لکھوں لیکن ہم نعتیں جب لکھتے ہیں صرف تعریف کرتے ہیں لیکن جس مشن پر آپ نے جان دے دی اس پر ایک قدم بھی آگے بڑھانے کو ہم تیار نہیں اصل بات کیا ہے **الظَّالِمُ** یہ ظالم کون ہوگا کفر کرنے والا شرک کرنے والا عام طور پر کفر اور شرک کے لئے ظلم کا لفظ آتا ہے **إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** لیکن یہاں یہ ظالم کا لفظ آیا ہے رسول کا ساتھ نہ دینے پر، سنت پر نہ چلنا یہ بھی ایک طرح کا ظلم ہے **وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ** دونوں ہاتھوں کو کاٹ رہا ہو گا حسرت ندامت افسوس **يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا** اے کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا کہ "کل جس کا اعلان کیا تھا کوہ صفا پہ آقا نے آج بھی وہ سچائی لوگوں سب سے بڑی سچائی ہے" اور اس سچائی کا، دین اسلام کو پھیلانے کا مجھے اور آپ کو ساتھ دینا چاہئے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے طائف کا سفر کیا جس کے لئے آپ ﷺ **نے** طائف میں پتھر کھائے، جس کے لئے آپ ﷺ **نے** مکہ سے ہجرت کی، جس کے لئے آپ ﷺ **بدر** کے میدان میں اترے جس کے لئے غزوہ احد میں زخمی ہوئے دانت شہید ہوگئے جس کے لئے آپ ﷺ نے خندق کھودی لوگوں کے پیٹ پر ایک پتھر اور رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر تو دو پتھر تھے۔ کتنے کتنے دن آپ ﷺ **کے** گھر میں چولھا نہیں جلتا تھا (کتنے کتنے دن بیس بیس دن ،مہینہ مہینہ بھر)اور آج میں اور آپ دیکھیں کہ مجھے اور آپ کو اپنی ذات، اپنا من ،اپنا مشن، اپنا گھر، اپنی ایجوکیشن، اپنے بچے بس اپنے آپ میں میں اور آپ رہتے ہیں۔ آج اللہ کے رسول کا مذاق اڑایا جاتا ہے آپ دیکھیں رسول اللہ ﷺ پر کارٹون بھی بنائے گئے حدیث کا لوگ انکار کر رہے ہیں حدیث کو جھٹلا رہے ہیں سنتوں کو توڑا جاتا ہے اور میں اور آپ ہیں اسی دنیا میں ہیں۔ ہم میں سے کوئی ہے جو اٹھ کر جو کارٹون بنانے والے ہیں جو سیرت کا مذاق اڑانے والے ہیں کوئی ان کا جواب ہی دے دے ایک ای میل ہی بھیج دیں ایک کالم ہی اخباروں میں لکھ دیں یہ بات ہی کہہ دیں کہ یہ غلط ہے کتنی ایجوکیشن ہے ، انسائیکلوپیڈیا اور ڈکشنریاں ہیں اور پی ایچ ڈی اور ڈاکٹریٹ اور کہاں سے کہاں تک آج مسلمان پہنچ گیے لیکن اتنی غیرت نہیں ہے ایمان میں اتنا جوش نہیں ہے کہ ہم اٹھیں اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کا جواب ہی دے دیں ان سے کوئی بات ہی کر لیں یا میرے اور آپ کے بچے کوئی بات ہی کہہ دیں کہاں چلی گئی میری اور آپ کی غیرت اور آپ سوچیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اہل مکہ مذاق

اڑاتے تھے اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیتے تھے اور آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے وہ چچا جو آپ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے اور آپ کی اور ان کی عمر میں بس دو تین سال کا فرق تھا کون تھے ؟ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ جب وہ شکار کھیل کر گھر واپس آئے تو ان کی لونڈی ان کی جو باندی تھی انہوں نے بتایا کہ آج آپ کے بھتیجے پر کیا گزری کاش کہ تم دیکھتے کس نے مارا تھا رسول اللہ ﷺ کو؟ یہ ابو جہل تھااس نے مارا تھا تو نتیجہ کیا نکلا تھا رسول اللہ ﷺ بہت زخمی ہو گئے آپ کے چچا کو جب پتہ چلا اسی حال میں کھانا لونڈی نے رکھا کھانا نہیں کھایا باہر نکل گئے اور ابو جہل کو ڈھونڈ کر اس کو تیر سے مار کر زخمی کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میرے بھتیجےمیں نے تیرا بدلہ لے لیاہےرسول اللہ ﷺ نے کیا کہا کہ اے میرے چچا اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو مجھے آپ کے اس کو مارنے سے خوشی نہیں ہوئی اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے پھر آپ مجھ پر ایمان لے آئیں یہ ہے رسول اللہ کا ساتھ اور انہوں نے کلمہ پڑھ لیا لا الہ الا محمد رسول اللہ ﷺ یہ ہے ساتھ دینا کہ جس مشن پر رسول اللہ ﷺ نے جان دی وہ بھی پھر اس پر لگ گئے اور بڑے بڑے صحابہ جو تھے آپ سوچیں کہ ساتھ دینے والے تھے آج میں بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتی ہوں آج آپ بھی رسول اللہ ﷺ **سے** محبت کرتے ہیں لیکن میری اور آپ کی محبت کے دعوے کیا ہیں کہ سال میں ایک دفعہ ربیع الاول منا لیتے ہیں جھنڈیاں لگا لیتے ہیں اگربتیاں سلگا لیتے ہیں شیرینی کی تھالیاں اور تھال بانٹ لیتے ہیں دیگیں چڑھا لیتے ہیں اور بھنگڑا ڈال لیتے ہیں زیادہ سے زیادہ اور سال میں ایک دفعہ یہ بھنگڑا ڈالنے کے بعد، ایک دفعہ سال میں ربیع الاول کا پروگرام کر کے پھر میں اور آپ فارغ ہو جاتے ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ کچھ نعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ نہیں پورا سال پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا اورسیرت کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنا یہ ہے اصل میں محبت کا تقاضا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ سے رسول اللہ ﷺ **کے** ماننے والوں نے، ہم نے جتنی محبت کی کسی اور قوم نے اپنے پیغمبر سے اتنی محبت نہیں کی لیکن آج یہ محبت کا ڈھانچا بالکل بانجھ بن کر رہ گیا ہے یہ سوکھ گیا ہے یہ محبت کا پودا سوکھ گیا ہے کیونکہ عمل اس کے اندر نہیں ہے اصل چیز کیا ہے کہ مجھے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ سے صحیح محبت کرنی چاہئے محبت کرنے والے تو بہت ہیں لیکن عاشق نہیں ہیں جیسے بچے کہتے ہیں کہ امی میں آپ سے محبت کرتی ہوں لیکن امی کوئی کام کہیں تو وہ نا کریں میں اور آپ بھی رسول اللہ ﷺ **سے** محبت کرتے ہیں باتوں میں نام آتا ہے تو چومتے ہیں لیکن ان کی سیرت پر عمل کرنے کا جب وقت آتا ہے تو میں اور آپ پیچھے رہ جاتے ہیں تو اس دن انسان اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ کیوں نہ دیا، رسول اللہ ﷺ **کو** اپنا مثالی نمونہ کیوں نہیں بنایا، ان کو اپنا ہیرو بنا کر میں نے ان کی اطاعت کیوں نہ کی

آیت نمبر 28. يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا

ترجمہ۔ ہائے بربادی میری اے کاش مجھے کیا ہو گیا، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

اس وقت انسان جب ہاتھ کاٹ رہا ہوگا، رو رہا ہوگا، حسرت اور ندامت کی تصویر بنا ہوگا کہے گااے کاش **لَيْتَنِي** ہائے بربادی میری اے کاش مجھے کیا ہو گیا **لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا** کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایاہوتا ،میں نے فلاں کو دوست کیوں بنایا، فلاں میرا دوست کیوں بن گیا اور آپ دیکھیں کہ کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص پسِ منظر میں نازل ہوئی ہے اور اس کا پسِ منظر کیا ہے کہتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط مکہ کے مشرک سرداروں میں سے تھا اس کی عادت یہ تھی جب کسی سفر سے وہ واپس آتا تو شہر کے

معزز لوگوں کی دعوت کرتا اور اکثر رسول اللہ ﷺ سے وہ ملا کرتا تھا ایک مرتبہ حسب عادت اس نے شہر کے معزز ین کی دعوت کی اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بلایا جب اس نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہیں کھا سکتا جب تک تم مجھے گواہی نہ دو اور وہ گواہی کیا تھی کہ اللہ تعالی ایک ہے اس کا کوئی عبادت میں شریک نہیں ہے اور یہ اللہ تعالی کا رسول ہے اب یہ کہ عقبہ نے یہ کلمہ پڑھ لیا اور رسول اللہ ﷺ نے کھانا کھا لیا اب عقبہ کا ایک گہرا دوست تھا ابی بن خلف جب اس کو پتہ چلا کہ عقبہ نے کلمہ پڑھ لیا اور عقبہ مسلمان ہو گیا ہے تو اس کو غصہ آیا بہت برہم ہوا عقبہ نے عذر کیا اس نے کہا کہ اصل میں قریش کے معزز محمد ﷺ میرے گھر پر آئے تھے اور وہ میرا کھانا نہیں کھا رہے تھے جب تک میں کلمہ نہ پڑھوں اور اگر وہ میرا کھانا کھائے بغیر گھر سے چلے جاتے تو یہ بڑی رسوائی کی بات تھی اور آج کے دور میں بھی یہ بات بڑی رسوائی کی سمجھ جاتی ہے کہ کوئی مہمان آئے اور کھائے بغیر چلا جائے تو اگر وہ میرا کھانا کھائے بغیر چلے جاتے تو میری لئے بڑی رسوائی کی بات تھی اس لئے انھوں نے مجھے کہا میں نے ان کی خاطر کلمہ پڑھ لیا وہیں ابی بن خلف نے کہا کہ میں تیری ایسی باتوں کو قبول نہیں کروں گا جب تک تو جا کر ان کے منہ پر نہ تھوکے۔ یہ کمبخت بدنصیب دوست کے کہنے سے اس گستاخی پر آمادہ ہوگیا اور کر گزرا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ان دونوں کو ذلیل کیا کہ غزوہ بدر میں دونوں مارے گئے اور اس نے کیا کیا رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا اور آخر اس کو رسول اللہ ﷺ مل گئے اور آپ اس وقت خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نماز کی حالت میں تھے اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی گردن پر پاؤں بھی رکھا اور آخر تھوکا بھی اور آپ سوچیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھر اس کو بددعا دی اور آپ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو دنیا ہی میں ذلیل کر دے اور آپ نے کہا تھا کہ اگر مکہ کے باہر نظر آیا تو اسی وقت اسکو ختم کر دوں گا برباد کر دوں گا تو اس سلسلے میں بھی ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اس نے آپ کے کندھوں پر اوجڑی ڈالی اور اس کے ساتھی بھی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے کہ حضرت فاطمہ نے آکر اوجڑی ہٹائی آپ ﷺ نے بددعا کی تھی کہ اے اللہ قریش کو پکڑ لے اور کچھ ہی عرصے بعد عقبہ اور اس کے ساتھی بدر میں پڑے ہوئے تھے کیوں کہ آپ نے بددعا تھی اور یہ ابی بن خلف بھی رسول اللہ ﷺ کو قتل کی دھمکیاں دیتا تھا اور آپ نے جواب میں ایک بار فرمایا کہ تم نہیں بلکہ میں تمہیں قتل کروں گا انشاء اللہ اور اس کے بعد جب آپ نے گردن پر نیزہ مارا اگرچہ زخم معمولی تھا مگر ابی بن خلف کہتا رہا کہ محمد ﷺ نے مجھے قتل کر دیا خدا کی قسم اگر آج وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو آج میں مر جاتا۔آپ کو پتہ ہے کہ ابی بن خلف کس کا سردار تھا؟ ایک بڑے پیارے ہمارے صحابی جن کے قدموں کی آواز آپ ﷺ نے جنت میں سنی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ۔انکو بہت مارا کرتا تھا تو آپ سوچیں کہ مفسرین کیا کہتے ہیں کہ قیامت کے دن عقبہ بن ابی معیط افسوس کرے گا اور غمزدہ ہوگا اور کہے گا کہ کاش کہ میں نے ابی بن خلف کو دوست نہ بنایا ہوتا اس کی دوستی میں آکر میں نے رسول اللہ ﷺ کے اوپر اوجڑی پھینکی ، آپ پر تھوکا اور آپ کو تکلیف دی تو قرآن نے یہاں پہ نام تو نہیں لیا لیکن مفسرین خاص طور پر کہتے ہیں کہ یہ آیات عقبہ کے واقعے میں نازل ہوئیں لیکن حکم اس کا عام ہے یعنی اب یہاں پہ اللہ تعالی نے کیا کہا کہ **لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا** سے مراد کیا ہے ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط،ابی بن خلف اور ہر کفر شرک اور ظلم کرنے والا ہر وہ دوست جو گناہ کرتا ہے تو یہ آیات بتا رہیں ہیں کہ جو دوست کسی معصیت اور گناہ پر جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوں قیامت کے روز اس گہرے دوست کی دوستی پر وہ روئیں گے کیونکہ دوست کی دوستی کی وجہ سے وہ لوگ برائیوں میں پڑ گئے، گناہوں میں پڑ گئے اور آپ دیکھیں کہ دنیا میں ہمیں بہت سے ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ دوستی کی وجہ سے انسان گناہوں میں

بڑھتا چلا جاتا ہے دوستی کی وجہ سے وہ برائیوں کو اختیار کرتا چلا جاتا ہے اور آپ دیکھیں کہ دوستی کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی ہمیں کیا بتاتی ہیں۔**حدیث** کا مفہوم ہے "نیک دوست کی مثال تو ایسی ہے جیسے خوشبو مشک بیچنے والے کی دکان سے اگر کچھ فائدہ نہ بھی ہو تو خوشبو ضرور آئے گی اور برا دوست تو ایسا ہے جیسے بھٹی سے آگ نہ لگے تب بھی دھوئیں سے کپڑے تو ضرور کالے ہو جائیں گے"۔ بعض اوقات ہوتا ہے کہ اچھا دوست کسی برے کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ گیا اب بھلے اس نے وہ برائی نہیں کی جو برے لوگ کر رہے تھے لیکن لوگ کیا کہتے ہیں(بد سے بدنام برا وہ کہتے ہیں) کہ فلاں کے ساتھ اس کو دیکھا ہے اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ہمیشہ نیکی کرنے والے اور اچھے کام کرنے والوں سے دوستی کرنی چاہئے۔ **حدیث** کا مفہوم ہے " آپ نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے ہر آدمی کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے" یہ مسند احمد اور مشکوۃ کی روایت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ " "کسی غیر مسلم کو اپنا ساتھی نہ بناو اور تمہارا مال صرف متقی آدمی ہی کھائیں غیر متقی سے دوستی نہ کرو ""اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا(جو ابھی میں نے آپ کو حدیث سنائی) کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے ہر آدمی کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے تو اہم بات پھر کیا ہے کہ ہم سب کو اپنی دوستیوں کا جائزہ لینا چاہئے کیسے لوگوں سے ہماری دوستی ہے ہمارے بچوں کی کیسے لوگوں سے دوستی ہے ہمارے شوہر کی ،شوہر ہیں تو وہ اپنی بیویوں کی فکر کریں کیسے لوگوں سے دوستیاں ہیں کیونکہ دوستیوں کی وجہ سے انسان برائیوں میں پڑ جاتا ہے برے کاموں میں پڑ جاتا ہے اور آپ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ جو تھے اور انبیاء جتنے بھی ہیں انہوں نے صحبت صالح کی دعا کی ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھ لیں یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیں متقین کی دعاؤں میں ہمیں یہ ملتا ہے **دعا:** خود رسول اللہ ﷺ نے یہ **دعا** مانگی۔ " اور میں تجھ سے محبت مانگتا ہوں ایسے شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں کہ جو تیرے قرب کا ذریعہ بن جائے"۔ تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے ایک اور جگہ پر **مفہوم حدیث قدسی** ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں میرا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری رضا چاہنے کے لئے ایک دوسرے سے نیک سلوک کرتے ہیں"" اور آئیے میں اور آپ اپنے دوستوں کی ایک فہرست بنائیں اسی طرح اپنے شوہر اور بچے یعنی ہمارے پورے گھر والے جو ہیں ان کی کس کس سے دوستی ہے یہ ایک ہوم ورک ہے کہ اس کی فہرست بنائیں اور پھر اس بات کا جائزہ لیں کہ جب میں اپنی فلاں دوست سے ملتی ہوں تو میرے اندر دنیا کی محبت بڑھتی ہے یا پھر آخرت کی محبت بڑھتی ہے بعض دوست ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان سے ملتے ہیں تو فوراً دل کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ دنیا کے لحاظ سے جذبات انگڑائیاں لینے لگتے ہیں جونہی ان سے ملے پھر غیبت چغلی ہونے لگی ان سے جونہی ملے تو پھر شوہر سے لڑائی کرلی بچوں سے لڑائی کرلی گویا کہ دوستی تو ہے لیکن فوراً ہی برائیوں میں، گناہوں میں ہم مبتلا ہونے لگے تو اصل بات کیا ہے کہ مومن جب دوستی کرتا ہے تو ایمان لانے والوں سے دوستی کرتا ہے۔ اچھا کیسے پتہ چلے کہ ہمارے جو دوست ہیں وہ بہت اچھے ہیں اس کا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ جس سے یہ بات پتہ چلے کہ میرا دوست اچھا ہے یعنی کہ وہ صالح ہے اس سلسلے میں جو بات ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ دوست سے ملنے کے بعد آپ کا نیکی کرنے کو دل چاہنے لگے آپ کے دل میں آخرت کی فکر پیدا ہونے لگے اور آپ کا دوست جس کے ساتھ آپ اٹھتے بیٹھتے ہیں تو آپ یہ دیکھیں کہ اس

کوبھی آپ کی آخرت کی فکر ہے کہ ہر وقت اس کو یہ فکر رہتی ہے کہ آخرت میں کیا بنے گا مثلا آپ دیکھیں کہ **حدیث** کا مفہوم ہے "رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ دو آدمی جو اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی محبت پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اسی پر وہ جدا ہوتے ہیں قیامت کے دن ان کو عرش کے سائے کے نیچے جگہ ملے گی۔ " تو اللہ کی خاطر محبت کرنا اللہ کی خاطر جدا ہونا اچھا پھر اس کی ایک اور پہچان ہے کہ وہ شخص کتاب اور سنت پر عمل کرنے والا ہو۔ ایک دفعہ ایک صالح بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بیٹے تجھے کسی کی دوستی کی ضرورت پڑے تو اس سے دوستی کرنا کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیرا محافظ ہو اس کے ساتھ رہنا تیرے لئے زینت ہو کوئی مشکل آئے تو وہ تیرا بوجھ ہلکا کرے تو نیکی کی طرف ہاتھ بڑھائے تو وہ بھی ہاتھ بڑھائے تیری اچھائی دیکھے تو اسے اچھا سمجھے اگر برائی تیرے میں دیکھے تو پھر وہ تجھے روکے۔ تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اگر تجھ پر مصیبت نازل ہو تو تیری ہمدردی کرے اور اگر تو کسی کام کا ارادہ کرے اور وہ اچھا کام ہو تو وہ تیرا ساتھ دے تو یہ ہے اصل چیز دوستیوں میں ہم سب کو جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کہاں پہ کھڑے ہوئے ہیں اور آج کل مثلاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے بچے کی دوستی انٹرنیٹ سے ہو اور اس میں غلط فلمیں ،غلط پروگرام ہیں اسی طرح کمپیوٹر بھی دوست ہے ، کتابیں بھی دوست ہو سکتیں ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ بچے کونسی کتابیں لا رہے ہیں پڑھ رہے ہیں کیونکہ جب بچے کو آپ اچھی چیزیں سکھا رہیں ہیں مساجد میں لے کے جا رہیں ہیں مسلسل قرآن کی تعلیم ، اچھے لوگوں کی صحبت ہے لیکن بچہ پھر بھی برائی کر رہا ہے آپ دیکھ رہیں ہیں وہ کسی سے ملتا جلتا بھی نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ پھر بھی کوئی چیز غلط تو ہے نا کہ کیوں ایسا ہے؟ تو ہو سکتا ہے کمپیوٹر انٹرنیٹ چیٹنگ اور کتابیں، فلمیں بہت عام ہیں برائی ان ذریعوں سے پھیلتی ہے۔ ایک عورت کہنے لگی کہ جب ہم کینڈا آئے ابھی تھوڑے دن ہوئے تھے ابھی زیادہ لوگوں سے دوستی بھی نہیں تھی اور بچے کا رویہ تبدیل ہونے لگا پھر پتہ چلا کہ وہ اپنے انگریز دوست سے گندی فلمیں لا کر دیکھتا تھا اورآگ آگ کو پکڑتی ہے برائی جلدی پھیلتی ہے وہ کہنے لگیں کہ ہمارے لئے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ ہمارا بیٹا یہ کام کر رہا ہے بس چند دن میں ۔بعض دفعہ کسی چیز کی طرف خیال بھی نہیں جاتا۔ بعض دفعہ اچھائی کے روپ میں برائی ہوتی ہے اور اس طرح برائی انسان کے گھر میں پنجے گاڑ لیتی ہے اس طرح انسان حسرت کرے گا میرے اور آپ کے لئے غم و فکر کی بات کیا ہے کہ ہم دنیا میں فکر کریں کہ ہماری دوستی کس سےہے (مفہوم) **حدیث:**حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فطفرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا :- " وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو "۔ رسول اللہ ﷺ نے اچھی دوستی کی تین نشانیاں بتائیں ایک اللہ کا یاد آنا، نمبردو علم کا بڑھنا اور نمبر تین آخرت کی فکر بڑھنے لگ جائے۔ تو یہ بات بہت اہم ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگوں سے ملتے ہیں تو دنیا کی جو چاشنی اور دنیا کی لذتیں ہیں خوب بڑھ بڑھ کر میرے اور آپ کے سامنے آنے لگ جاتی ہیں اور ہم پھر پریشان ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ بھئ ہم تو بڑے ہی پیچھے رہ گئے تو اس پر پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اچھی دوستی یہ بھی میرے اور آپ کے لئےبہت بڑی نعمت ہے لیکن ایسی دوستی نہیں کہ جس کی وجہ سے ہم برائیاں کرنے لگ جائیں اور نیکیوں میں پیچھے رہ جائیں **يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا** کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا کہ باتوں میں آ کر میں نے یہ کیا کہ قرآن کو نہ پڑھا بعض دفعہ آپ دیکھیں بچے دوستوں کی وجہ سے پیریڈ چھوڑ دیتے ہیں سماجی دباؤ ایک نے چھوڑا دوسرے نے چھوڑ دیا دوستوں کی وجہ سے بالوں کا سٹائل ایک نے جو بنایا وہ دوسرا بھی بنائے گا جو کچھ بھی ہے یہ چھوٹی عمر ہے

اور بعض اوقات بڑی عمر میں یہ دوستیاں بہت بڑی دشمن بن جاتی ہیں تو ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ہمارا یعنی میرا اور آپ کا کھانا بھی برے لوگ نہ کھائیں متقی لوگ تمہارے گھروں میں کھانا کھائیں۔ **مفہوم حدیث۔**" یعنی تمہارے پاس روزے دار افطار کیا کریں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعائیں کریں"۔ تو کھانا تو انہی کو ہم کھلاتے ہیں جن سے ہماری دوستی ہوتی ہے دوسروں کو ہم کہاں بلاتے ہیں اور کہاں کوئی ہمارے گھر آتا ہے ایسا تو نہیں ہوتا تو سوچنا چاہئے اس بات پر کہ ہم نیک لوگوں سے دوستی کریں اس کا یہ نہیں مطلب کہ جو پرانے لوگ ہیں جن کے اندر دین اسلام کے لئے کمی بیشی پائی جاتی ہے تو دعویٰ کا کام تو کر سکتے ہیں کہ ہم دعویٰ کریں کوئی ایسا پروگرام کریں یا اچھی جگہوں میں ان کو دعوت دیں تاکہ وہ بھی نیک بن جائیں لیکن اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ میں دوست کا اثر لیتی ہوں یاوہ میرا یہ بھی ہوتا ہے بعض اوقات بروں کو ٹھیک کرنے کے نتیجے میں خود برے ہو جاتے ہیں۔ جیسے کسی کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے کہا کہ میں اپنے دوستوں کو ٹھیک کرنا چاہتا ہوں اور وہ خود برائیوں میں پھنستا چلا جاتا ہے گھر والے اس کو سمجھاتے تھے لیکن وہ یہی کہتا تھا کہ میری نیت یہ ہے، میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان کو ٹھیک کرنا چاہتا ہوں میں ان کے کام کر رہا ہوں، میں ان کی مدد کر رہا ہوں وہ ضرورت مند لوگ ہیں اور نتیجہ کیا نکلا کہ وہ برائی میں پھنستا چلا جاتا ہے ابھی پچھلے دنوں ایک عورت بے چاری اس بات سے رو رہی تھی کہ میرے شوہر کے جو دوست ہیں انہوں نے یہ مشورہ دیا ہے میرے شوہر کو کہ تم نے فلاں کی جو مدد کرنی ہے وہ عورت ضرورت مند ہے بیوہ ہے تو تم اس سے نکاح کر لو مطلب اب آپ دیکھیں کہ شادی اس وقت ٹاپک ہمارا یہ نہیں ہے کہ شوہر کتنی شادیاں کر سکتا ہے لیکن موضوع کیا ہے کہ غلط طریقے سے یعنی تم شادی کر کے اس طرح مدد کر دو کاغذی کاروائی جیسے کی جاتی ہے تو بعض اوقات لوگ ایسا مشورہ دے دیتے ہیں کہ انسان پریشان ہو کر رہ جاتا ہے اپنا سر ہی پکڑ کر رہ جاتا ہے اب اس موقع پر کیسے تسلی دی جائے تو بہرحال بعض اوقات دوست مشورہ دیتے ہیں کہ تم نے اپنے شوہر کو جواب کیوں نہیں دیا؟ شوہر نے جب ایسے کہا تھا تم نے کیوں نہیں جواب دیا اب گھر آئے تو جواب دو اور اب ہوتا کیا ہے آپ کے شوہر کی عادت اور ہے دوسری دوست کے شوہر کی عادت دوسری ہے اب ایک طور طریقہ کیسے استعمال کر سکتے ہیں ایک بہن دوسری بہن کو مشورہ دے کہ میں تو ایسے کرتی ہوں دوسری بہن نے ایسا کرنا شروع کیاتو اس کے گھر میں لڑائی شروع ہوگئ تو کیا ہے کہ ہر ایک کے گھر کے حالات مختلف ہیں ہر ایک کے شوہر کا مزاج مختلف ہے، ہر ایک کا انداز مختلف ہے تو مجھے کسی کی بات بڑی اچھی لگتی ہے کہ کہیں بھی جب شادی ہو کے آپ جائیں تو آپکا جو شوہر ہے نا کبھی یہ نہ سوچیں کہ میرے باپ اور بھائی تو ایسا نہیں کرتے تھے جیسے میرا شوہر کرتا ہے تو انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ وہ تو بھائی تھے اور یہ شوہر ہے وہ باپ تھا اور یہ شوہر ہے دونوں میں فرق ہے نا تو ہم لوگ کیا کرتے ہیں کہ ہم بھائی اور باپ پر شوہر کو منطبق کرنا شروع کر دیتے ہیں جب موازنہ کرتے ہیں تو گھر کے حالات پھر خراب ہونے لگ جاتے ہیں رشتوں میں فرق ہے تو نتیجہ کیا ہے کہ ہمیں اپنا انداز، طور طریقے کچھ چیزیں مختلف اختیار کرنی ہوں گی اپنے آپ کو بہتر بنانا ہوگا اور دوست وہ جو گھر کو خراب نہ کرے غلط مشورہ نہ دے بعض دوست لے لے کے گھومتے رہیں گے فلاں مال چلو میرا یہ کام کر دو اب بچے چلو کوئی نہیں وہ سکول سے آئیں گے وہ باہر کھڑے ہو جائیں گے وہ ہمسائے میں بیٹھ جائیں گے چلو تمہارے شوہر کر لیں گے ایک آدھا دن ایسے چلتا ہے پھر اس کے بعد کیا ہوتا ہے گھر میں لڑائیاں شروع جاتی ہیں اور پھر شوہر منہ سے بول کر کہتے ہیں کہ فلاں عورت کا گھر میں فون نہ آیا کرے فلاں عورت سے تم دوستی مت کرو مطلب ان کو نظر آنے لگ جاتا ہے کہ میری بیوی میں فلاں کے ملنے کی وجہ سے تبدیلی آتی جارہی ہے تو اصل

بات کیا ہے کہ ہم سب کو جس طرح سے اپنی فکر ہوتی ہے اپنے دوستوں کی بھی فکر ہونی چاہئے اس کے بچوں کی بھی فکر ہونی چاہئے اس کی صحت کی بھی فکر ہونی چاہئے اور سب سے بڑھ کر اس کی آخرت کی فکر ہونی چاہئے اس کی جنت کی فکر ہونی چاہئے اور جنت کے مختلف دروازے ہیں روزہ رکھ کر ہم جنت میں جائیں گے باب الریان بھی ہے لیکن اس کے علاوہ شوہر کی خدمت بھی جنت کا ایک دروازہ ہے وہ عورت جس سے شوہر راضی ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے اور جنت کا دروازہ ماں باپ بھی ہیں بعض دوست کہتے ہیں ماں باپ کی پرواہ نہ کرو اور آج کل کے زمانے میں جو بہت ہی ایک آزمائش ہے کہ اولاد ماں باپ کی نہیں ہے دوستوں کی ہے دوستوں کے کہنے پر ہڈیاں تڑوا لیں گے، دوستوں کے کہنے پر کلاس چھوڑ دیں گے، مضمون تبدیل کر لیں گے اور بعد میں کہیں گے کہ امی آپ ٹھیک کہتی تھیں ابو جان آپ ٹھیک کہتے تھے بعد میں ہوش آجاتا ہے بہت دیر ہو جاتی ہے وقت تو ساتھ نہیں دیتا انسان کا اور اگر ایک اچھے مسلمان گھرانے کی لڑکی اپنی ناف دکھائے تو آپ سوچیں اور یا یہ کہ کپڑے تبدیل کر لے سکول کالج جا کر اب ماں باپ بے چارے کیا کریں گے اور ایک اچھے گھرانے کی بیٹی جیسے کسی نے بتایا کہ اس نے سکھ سے شادی کر لی غیر مسلم سے شادی کر لی مسلمان ہے ماں باپ رو رہے ہیں خاندان رو رہا ہے بتا رہے ہیں سمجھا رہے ہیں بچی سمجھتی ہی نہیں تو یہ کیا ہے یہ دوستیاں ہی تو ہیں جو آگے آگے پھر انسان کو کہاں لے کر جاتی ہیں **يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا** اس دن انسان کہے گا کہ کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا اچھا جب دوستیاں بری ہوتی ہیں تو نتیجہ کیا نکلتا ہے

آیت نمبر 29. لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا

ترجمہ۔ اُس کے بہکائے میں آ کر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی، شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا"

لَّقَدْ أَضَلَّنِي کہ اُس نے مجھے بہکایا , گمراہ کیا **عَنِ الذِّكْرِ** ذکر سے، قرآن سے اللہ کی نصیحت سے اُس نے مجھے نصیحت سے گمراہ کیا **بَعْدَإِذْ جَاءَنِي ۗ** بعداس کے کہ جب وہ میرے پاس آئی تھی **وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا** پھر وہ کہے گا شیطان انسان کے حق میں **خَذُولًا** ہے اور خذولا **(خ ذ ل)** ایسی دوستی کو کہتے ہیں جب وقت ہو تو وہ دغا دے جائے،مصیبت کے وقت وہ دوست ساتھ ہی نہ دے۔ خذولا وہ دوست ہے جو کہ مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ دے تو آپ سوچیں کہ یہاں پر جو بات بتائی جا رہی ہے وہ کیا ہے کہ شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی خذولا نکلا ہےبے وفا اور غدار نکلا اور آپ دیکھیں کہ مشکل جب بھی آتی ہے تو اس وقت پتہ چل جاتا ہے کہ میرا دوست کون ہے۔ زندگی میں مشکل وقت میں جس نے بھی ساتھ دیا ہو آپکا آپ کبھی اس کو نہیں چھوڑتے اور اس سے یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ کون کتنا وفا دار ہے اور کون کتنا ساتھ دینے والا ہے ،کتنا خیال رکھنے والا ہے اور کتنا میرے کام آنے والا ہے اور آپ دیکھیں کہ یہاں پہ آیت نمبر 29 میں اللہ رب العزت کہہ رہے ہیں کہ قیامت کی سختی اور اس دن جب لوگ اپنے اعمال کو دیکھیں گے اپنا وزن دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ میں نے دنیا میں کیا کیا عمل کیے ایک طرف ہاتھ کاٹیں گے کہ رسول کا ساتھ کیوں نہ دیا اور جیسے عقبہ بن ابی معیط نے ساتھ نہ دیا ابی بن خلف کے پیچھے لگ کر اسی طرح لوگ جو ہیں جیسے یہ جو **أَضَلَّنِي** کے بعد آپ دیکھیں تو **عَنِ** آ گیا ہے **أَضَلَّنِي** کے بعد **عَنِ** آنا یہ **(ص ر ف)** کے معنی دے رہا ہے پھیر دینے کے معنی دے رہا ہے یعنی اس نے مجھے پھیر دیا **لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ** یہاں ذکر سے مراد قرآن ہے، ذکر سے مراد

رسول ﷺ کا بتایا راستہ ہے اور ذکر سے مراد ہدایت ہے، دین اسلام ہے تو **بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي** کہ میرے پاس نصیحت آئی تھی میں قرآن کی محفل میں چلا گیا مجھے کورس کا پتہ بھی چل گیا مجھے صحبت صالح ملنے لگی میں اچھا ہونے لگا تھا لیکن مجھے فلاں دوست کیوں مل گیا تھا یہاں بھی بات کیا ہے **بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي** جب کہ میرے پاس نصیحت آگئی تھی اور پھر میں گمراہ ہو گیا پھر میں برے راستے کی طرف پڑ گیا یہاں پہ جو شیطان لفظ ہے **الشَّيْطَانُ** یہ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے معنی کیا ہیں کہ جن انسان سارے اس میں شامل ہیں مرد، عورت، تمام شیاطین جو انسان کو برائی کی طرف لے کے جاتے ہیں رہنما اور جو کہ رہنمائی کرنے والے معاشرے میں لوگ ہوتے ہیں گناہ پھیلانے والے، حق کو دبانے والے، برائیوں میں آگے ہی آگے رہنمائی کرنے والے یہ لوگ بھی اس میں شامل ہیں اور اس کے علاوہ وہ لوگ بھی اس میں شامل ہیں جن کی صحبت کی وجہ سے انسان اچھے کام چھوڑتا چلا جاتا ہے تو آپ سوچیں کہ اُس دن انسان ہاتھ کاٹے گا اُس دن انسان پریشان ہوگا کہ میں نے رسول کی بات کیوں نہیں مانی اور میں نے قرآن کی محفل میں اپنا وقت کیوں نہ گزارا آپ یہ بات بھی دیکھیں کہ جب وقت گزر جائے اور کوئی شخص افسوس کرے یا پھر وہ شرمندہ ہو تو پھر کیا ہےکہ بہت دیر ہو گئی وقت گزر گیا۔ مزا تو اس بات میں ہے کہ آج ہم دنیا کی زندگی میں اپنے عملوں کو سنواریں اور ہمارا جو نفس ِامارہ ہے اس کو نفس مطمئنہ کی طرف لے جائیں مثلا آپ دیکھیں کہ سورت الناز عات میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ (40) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (41)**اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو ھوی سے بچا لیا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ یعنی خواہشات کی پوجا نہ کرنا، خواہشات کے پیچھے نہ چلنا اور جو بری خواہشات ہیں ان کو پورا نہ کرنا تو اس کا نتیجہ جنت کی شکل میں نکلے گا اور شیطان کیا کرتا ہے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انسان برائیاں کرے، برے اعمال کرے اور برائیوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے تو اس سے میرے اور آپ کے سامنے عمل کا جو اصول نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ میں اور آپ اپنا محاسبہ کریں اپنا جائزہ لیں کہ جو بھی اچھے کام ہیں، جو بھی نیکی کے کام ہیں ہم کیوں نہیں کرتے نمازیں اگر قضاء ہوتی ہیں تو نمازیں کیوں قضاء ہوتی ہیں قرآن مجید جو میری اور آپ کی زندگی کا محور ہے میں اور آپ اس کو کیوں نہیں پڑھتے اب آپ دیکھیں دو سال کا یہ کورس ہے اس کو آپ نے جوائن کیا ہے لیکن ہوتا کیا ہے کہ چھٹی کر لیتے ہیں حالانکہ ہم اپناوہ کام جب چھٹی نہیں کرتے اوراپنے نفس پر قابو پاتے ہیں تب بھی وہ کام ہو ہی جاتا ہے اور آپ چھٹی کرتے ہیں تو نیکی کا ایک بہت بڑا موقع اسکو کھو دیتے ہیں تو یہ بات یاد رکھیں کہ شیطان کیا کرتا ہے دھوکا دیتا ہے اور نیکیوں کا جو میدان ہے اس میں پیچھے چھوڑتا چلا جاتا ہے اور کیسے میں اور آپ اچھے بن سکتے ہیں کہ جو بھی نیک کام ہم کر رہے ہیں اس کو آخر تک لے کے چلیں۔ **حدیث** کا مفہوم ہے آپ ﷺ نے فرمایا: " جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا پھر اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکا تو اس کے لئے نیکی لکھ لی جائے گی"۔ اور اگر وہ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے تو پھر سوچیں کہ اس کو کتنا اجر ملے گا کتنی نیکیاں ہیں جو اس کے لئے جمع ہو جائیں گی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے اللہ تعالی کی طرف دوڑنا چاہئے نیکیوں کی طرف دوڑنا چاہئے اور جو برائیاں ہیں ان سے مجھے اور آپ کو بچنا چاہئے تو **وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا** شیطان انسان کے حق میں بہت زیادہ غدار ہے، بے وفا ہے اور ساتھ چھوڑنے والا ہے اور آپ کو یہ بات تو یاد یہ ہے کہ شیطان چھپ چھپ کر دل میں خیال ڈالتا ہے برائیاں چھپ چھپ کر ہمیں اختیار کرنے کو کہتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا اور ہم برائیاں کر لیتے ہیں

آیت نمبر 30. وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

ترجمہ۔ اور رسول کہے گا کہ "اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنا لیا تھا"

اللہ رب العزت کہتے ہیں **وَقَالَ الرَّسُولُ** اور رسول کہے گا۔ **يَا رَبِّ** اے میرے رب اصل میں **رَبِّی** تھا "ی" گر چکا ہے **إِنَّ قَوْمِي** بے شک میری قوم نے کیا کیا ہے **اتَّخَذُوا** پکڑ لیا ہے **هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا** قرآن کو نشانہ تضحیک تو میں نے آپ کو یہ بات بتائی تھی کہ **مَهْجُورًا** جس کا روٹ **(ه ج ر)** اگر اس کا روٹ ہجر لیں اور " **ه**" کے اوپر پیش لگا دیں یعنی **ہُجْرَ** تو پھر کیا ہے ہجر کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ میری قوم نے قرآن کو فضول سمجھا اور دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نےاس کو اپنی بکواس کا نشانہ بنایا جیسے کسی چیز کو جب انسان کہتا ہے کہ یہ تو بکواس ہے فلاں بات یہ تو بکواس ہے فضول ہے تو قرآن کو ہی فضول سمجھا اور دوسرے یہ کہ اس طرح سے اس کو فضول سمجھا کہ اس پر فضول باتیں کرتے رہے مذاق اڑاتے رہے اور اگر اس کو **ہَجْرَ** سے لیں "**ه** " پر فتح کے ساتھ(تو **ه** پر زبر کے ساتھ) تو وہ ہجر ہے جیسے ہجرت ، چھوڑ دینا ، مَتْرُوک (چھوڑا ہوا)، قابل التفات ہی نہ سمجھنا، قبول ہی نہ کرنا، اس کا کوئی اثر ہی نہ لینا اور آپ سوچیں کہ قیامت کا دن ہوگا اور پھر رسول یہ کہے گا کہ میرے رب میری قوم نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا، میری قوم نے قرآن کو جھٹلایا تھا آپ سوچیں کہ یہ کتنا سخت وقت ہوگا کہ قرآن پر جو انسانوں کی بدعملی ہےرسول ﷺ اس وقت قوم کے خلاف گواہی دیں گے اور یہ کتنی سخت گواہی ہو گی یہاں رسول سے مراد پیارے رسول ﷺ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کریں گے کہ اے رب میں نے تیری کتاب بڑی دلسوزی کے ساتھ بڑے پیار کے ساتھ بڑے اچھے طریقے سے لوگوں کے سامنے پیش کی لیکن لوگوں نے اس کی قدر ہی نہ کی اور اس کو ٹھکرا دیا اب آپ سوچ لیجیے کہ اگر رسول قرآن پڑھے، رسول قرآن کو پیش کرے تو رسول کا قرآن پڑھنا کیا ہے کہ وحی متلو اور غیر متلو دونوں وحی کی شکلیں ہیں یعنی قرآن بھی اور حدیث بھی سنت اور ہمیں حدیث سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ جب رسول قرآن پڑھتا ہے جب رسول تلاوت کرتا ہے تو اللہ کو بہت خوشی ہوتی ہے ،اللہ تعالیٰ کسی بات کو اتنی خوشی سے نہیں سنتے جتنا کہ پیغمبر ﷺ کا قرآن پڑھنا خوش ہو کر سنتے ہیں جو کہ اچھی آواز سے اس کو پڑھتا ہے **حدیث** کا مفہوم ہے " اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنی پسندیدگی سے نہیں سنتا، جتنی خوش الحان نبی کی زبان سے قرآن سنتا ہے، جو اسے خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتا ہو"۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے۔ اچھی آواز سے رسول کا قرآن پڑھنا اللہ کو بڑا پسند ہے اللہ تو اتنی خوشی سے سنے اور لوگ سنیں ہی نہ اور دوسری بات ہمیں یہ پتہ چلتی ہے کہ رسول جب وہاں پہ یہ گواہی دیں گے تو میرے اور آپ کے بارے میں کیا ہوگا اور اس سلسلے میں ہمیں ایک اور روایت پتہ چلتی ہے کہ قرآن بھی بولے گا حشر کا میدان ہوگا اور قرآن بولے گا قرآن کیا بولے گا؟ **حدیث** کا مفہوم ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "قرآن پڑھا کرو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا"۔ صحیح مسلم کی روایت ہے تو آپ سوچ لیجیے کہ قرآن بولے گا کہ میری وجہ سے یہ بھوکا رہتا تھا یہ لوگ پیاسے رہتے تھے یہ سوتے نہیں تھے راتوں کو جاگتے تھے قرآن پڑھتے تھے میری وجہ سے ان پر لوگوں نے پتھر پھینکے میری وجہ سے لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا میری وجہ سے یہ معاشرے میں اجنبی بن گئے قرآن گواہی دے گا اور قیامت کے دن اس پر عمل کرنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا۔ پھر اسی طرح قیامت کے روز تین چیزیں فیصلہ کن ہوں گی **حدیث** کا مفہوم ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی اور وہ کیا چیزیں ہوں گی نمبر ایک چیز قرآن ہے جو بندوں کے حق میں یا ان کے خلاف مقدمہ لڑے گا قرآن کیسے مقدمہ

لڑے گا قرآن کیا کرے گا قیامت کے دن مقدمہ لڑنے کے لئے وکیل بن کر قرآن کھڑا ہو جائے گا اور پھر قرآن کہے گا کہ یہ وہ بندہ تھا جو سنتا نہیں تھا پڑھتا نہیں تھا اور مجھ پر عمل نہیں کرتا تھا اور یہ وہ بندہ تھا جو پڑھتا تھا سنتا تھا اور مجھ پر عمل کرتا تھا اور دوسری دو چیزیں اور کیا ہیں ایک امانت ہے اور تیسری چیز ہے رحم کے رشتے قرابت داری اور قرآن کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ **الْقُرْآنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهُ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ** ایک اس کا ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن اس کا کیا مطلب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو قرآن کے صاف صاف الفاظ ہیں جو ہر شخص پڑھ سکتا ہے دوسرے اسکا باطن اس کے معانی ہیں۔ تو قیامت کے روز قرآن بتائے گا قرآن گواہی دے گا کہ یہ وہ شخص ہے کہ اس نے مجھے پڑھا بھی اور جو میرے معنی تھےاسکو سمجھا بھی اور پھر میں نے جن چیزوں سے روکا اور جن چیزوں پر عمل کرنے کا کہا یہ شخص ان پر عمل کرتا چلا گیا یعنی کس قسم کا اخلاق قرآن ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے کس قسم کے اخلاق کو دبانا چاہتا ہے کونسی چیز اللہ کو پسند ہے کونسی چیز اللہ کو نا پسند ہے قرآن پورا یہ نقشہ پیش کرتا ہے تو قرآن کی روح اور اس کے معنی کو سمجھنا یہ اس کا باطن ہے۔ تو جو شخص اس کے ظاہر اور باطن پر چلے گا اس پر عمل کرے گا تو قرآن اس کے لئے کیا کرے گا **يُحَاجُّ الْعِبَادَ** قرآن اس کے لئے جھگڑا کرے گا تو مجھے اور آپ کو سوچنا چاہئے اور اپنے آپ سے پوچھنا چاہئے کہ قیامت کے دن پیارے رسول ﷺ کیا کہیں گے جن لوگوں کی شکایت لگائیں گے شکوہ کریں گے کہیں وہ میں ہی تو نہیں ہوں اور قرآن جن لوگوں کے خلاف گواہی دے گا کہیں وہ میں ہی تو نہیں ہوں۔ **حدیث** کا مفہوم ہے______**وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ،** قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے(صحیح مسلم) تو اب قرآن جب میرے حق میں یا میرے خلاف مقدمہ لڑے گا تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے قرآن سے محبت اور دوستی کرنی چاہئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **أَہْلُ الْقُرْآنِ أَہْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ۔** ’’اہل قرآن اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ ‘‘۔ قرآن والے اللہ تعالیٰ کے اپنے اور اس کے منتخب لوگ ہیں یعنی کچھ لوگ اللہ کے بھی اہل وعیال ہیں اور وہ قرآن والے ہیں تو پھر کیسے ہم اللہ کے اہل وعیال بن سکتے ہیں کیسے ہم قرآن سے دوستی کر سکتے ہیں تو اس سلسلے میں ہمیں چند باتوں کا خیال رکھنا چاہئے جس میں پہلی چیز یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کریں، با وضو ہو کر، قبلہ رخ ہو کر، ادب اور احترام کے ساتھ دوسری چیز یہ ہے کہ تلاوت میں جلدی نہ کیا کریں ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں **وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا** o (المزمل ۷۳:۴) تیسری چیز یہ ہے کہ ہم لوگ قرآن مجید جب پڑھیں تو اپنے اوپر رونے کی کیفیت طاری کریں۔ **حدیث** کا مفہوم ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کی تلاوت کرو اور رو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنا لو۔ تو صحابہ قرآن پڑھتے تھے اور روتے تھے سورت الطور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنی تو اتنا اثر ہوا کہ گر گئے بےہوش ہو گئے بیس دن تک کہتے ہیں کہ آپ کی طبیعت خراب رہی (کہیں آتا ہے مہینہ بھر) اور لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ بیماری کیا ہے لوگ عیادت کے لئے آتے اتنا سخت ان پر سورت الطور کا اثر ہوا اور پھر اسی طرح قرآن کا ایک اور ادب کیا ہے کہ جب بھی ہم قرآن مجید کو پڑھیں تو اس کے معنی اور مفہوم پر غور و فکر کریں، تدبر کریں، اس کی تعظیم کریں اور اس کے معنی پر پوری توجہ دیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو شخص قرآن مجید کے معنی پر غور کرے گا قرآن پر تدبر کرے گا اور قرآن مجید پر عمل کرے گا تو قرآن اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا میں قرآن سے شغف و محبت رکھے گا قیامت کے روز اس سے کہا جائے گا **حدیث** کا مفہوم ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’(قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا: (قرآن) پڑھتا جا اور (بلندی کی طرف) چڑھتا جا۔ اور ویسے ہی ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا۔ پس تیری منزل وہ ہو گی جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہو گی‘۔ تو یہ آپ دیکھ لیں تین

باتیں **اقْرَأْ** پڑھ نمبر دو **وَارْتَقِ** کہ اوپر چڑھتا جا **وَرَتِّلْ** اور ترتیل سےپڑھتا جا تو جتنی تلاوت آتی ہوگی اتنی کرتا جائے گا اور پھر اتنی ہی بلندیوں پر چڑھتا چلا جائے گا تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ دنیا میں جس نے جتنی قرآن سے جتنی محبت اور دوستی کی ہوگی اتنے ہی آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے - 30 سپارے ہی تو ہیں جس کا ہم نے ترجمہ اور تفسیر پڑھنا ہے ایک **حدیث** کامفہوم ہے "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے سینے میں قرآن نہیں ہے اس کی مثال اُجڑے ہوئے گھر کی سی ہے " تو کیا کریں قرآن کو پڑھیں، قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں پھر اس کے بعد کیا کریں قرآن کو آگے ہی آگے پھیلاتے چلے جائیں جب ہم تلاوت کریں تو قرآن کی صفات اپنے اندر پیدا کریں جب قرآن کو پڑھیں تو ایسا نہ ہو کہ ہم گزرتے چلے جائیں "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا رات میں پہچانا جاتا ہے جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں دن میں پہچانا جاتا ہے جب لوگ کھا پی رہے ہوتے ہیں"۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ ماشاءاللہ جیسے ہمارے دو سال ہونے والے ہیں اور آپ لوگ ماشاءاللہ کلاس میں کئی گھنٹے قرآن پڑھتے ہیں کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں آپ کو کس نے روکا کھانے پینے سے قرآن نے ، قرآن کی محبت نے تو یہ کس چیز کی علامت ہے یہ قرآن والوں کی علامت ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں اور وہ رو رہے ہوتے اور وہ روتے کیوں ہیں جب کہ لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں اس لئے کے انکے دل میں قرآن کی کوئی آیت ہوتی ہے جو ان کے ذہن میں ہوتی ہے اس کا خوف ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کو رونا آتا ہے وہ لرز رہے ہوتے ہیں. پرہیزگاری علامت ہے قرآن والوں کی یعنی وہ ڈرنے والےبنتے ہیں وہ خاموش ہیں ،زبان ان کی گنگ ہوتی ہے کیوں؟ قرآن ان کو زیادہ باتیں نہیں کرنے دیتا خشوع خضوع ان کی صفت بن جاتی ہے اللہ کا خوف اور رجاء کی کیفیت ان پر طاری ہوتی ہے اور جبکہ عام دنیا کے لوگ ان صفات سےعاری ہوتے ہیں "محمد بن کعب رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیداری اور نیند کی کمی کی بنا پر جسم میں ذردی پیدا ہو گئی جسم لوگوں کا پیلا ہو گیا اور ہم جانتے ہیں کہ جسم جن لوگوں کا پیلا تھا کہ یہ قرآن کے قاری لوگ ہیں "چہرے کی رنگت بدل گئی قرآن پڑھنے پڑھانے میں۔ اور ایسا ہوتا ہے آپ قرآن پڑھنے پڑھانے میں جب مصروف ہو جاتے ہیں تو گھر کے اندر جو کھانا پکانے کا حال ہے جو سجاوٹ و بناوٹ اور سب چیزیں ہیں ان میں کمی آ جاتی ہے وہی جو ہر وقت تراکیب لی جا رہیں تھیں (دم لگ رہے تھے کھا پی رہے تھے رونقیں، محفلیں، دعوتیں ان سب میں کمی آ جاتی ہے کبھی ناشتہ تھا کبھی ظہرانہ تھا اور کبھی عشائیہ تھا) کمی آ گئی" ایک بزرگ نےایک آدمی کو کہا کہ تم سوتے کیوں نہیں ہو اس نے جواب دیا قرآن کے عجائب نے میری نیند اڑا دی ہے پھر انہوں نے ذالنون کا یہ شعر پڑھا کہ ۔

؎ " قرآن کے وعدے اور وعید نے منع کر دیا ہے کس چیز کو منع کر دیا ہے ؟

راتوں میں آنکھوں کی نیند ہی ختم کر دی ہے کہ وہ سوتی نہیں ہیں

انہوں نے بڑے بادشاہ کے کلام کو سمجھ لیا ہے کس نے ؟ آنکھوں نے بڑے بادشاہ کے کلام یعنی اللہ کے کلام کو سمجھ لیا ہے

تب ہی تو ان کی گردنیں اس کے آگے نیچی اور جھکی رہتیں ہیں "

تو جب آنکھیں قرآن کو سمجھ جاتی ہیں جب قرآن کے عجائبات سامنے آتے ہیں تو پھر انسان ساری چیزوں کو بھول جاتا ہے پھر ایک ہی غم لگا رہتا ہے اور آپ دیکھیں قرآن آپ جتنا پڑھتی ہیں اتنا ہی زیادہ سمجھ میں آتا ہے اور ہر دفعہ ایک نئی بات سمجھ میں آتی ہے تو یہ ہے بات کہ۔ " **وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا** "اے میرے رب میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا اور رسول

کی یہ شکایت لگانا اور کہیں اس میں میں اور آپ بھی شامل نہ ہوں یہ ہے سوچنے کی بات دنیا کی زندگی بہت کم ہے مختصر سی زندگی ہے اور کہیں ایسا تو نہیں کہ گناہ طویل ہیں گناہوں کا اندراج نامہ بہت طویل ہے اور بہت بھاری ہے ۔ قرآن پڑھا بہت جاتا ہے لیکن آج بدعملی بہت ہے اس لئے کہ قرآن پر عمل نہیں کیا جاتا ہے اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بنا دے کیونکہ ہم میں سے بہت سے لوگوں نے قرآن کو بس بند کر کے رکھ دیا ہے اب دیکھیں یہ بھی رواج ہے جہیز میں قرآن دیا جاتا ہے تو بچیوں نے قرآن کبھی کھولا ہی نہیں قرآن کا غلاف بہت خوبصورت ہے لیکن کبھی اس کو کھول کے نہیں دیکھا کبھی اس کی گرد نہیں اتاری اور کوئی مر رہا ہے کوئی جی رہا ہے کوئی خدانخواستہ مصیبت آ گئی ہے تو قرآن یاد آتا ہے تو یہ سب چیزیں قرآن کو چھوڑنے کے اندر شامل ہوتیں ہیں۔

آیت نمبر 31. وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا

ترجمہ۔ اے محمدؐ، ہم نے تو اسی طرح مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے اور تمہارے لئے تمہارا رب ہی رہنمائی اور مدد کو کافی ہے

اے **محمد** اللہ ﷺ **وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا** اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنایا ہے **مِّنَ الْمُجْرِمِينَ** مجرموں کو۔ تو آپ سے کوئی نئی دشمنی نہیں ہو رہی بلکہ کیا ہے کہ جب بھی کوئی نبی اٹھا اور اس نے اٹھ کر اللہ کے کلام کو پیش کیا، اللہ کی دعوت دی تو لوگ اس کے دشمن بن گے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اسی طرح کے مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے کہ جس نبی نے بھی قرآن کی دعوت کو پیش کیا، اسلام کی دعوت کو پیش کیا، اللہ کے پیغام کو پیش کیا تو جرائم پیشہ لوگ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ جو بھی حق کا پیغام دے گا لوگ اس سے دشمنی تو کریں گے اور جب لوگ دشمنی کریں تو آپ صبر کریں، ٹھنڈے دل، مضبوط عزم کے ساتھ اپنا کام کرتے چلے جائیں ایسا نہیں ہے کہ ادھر دین کو پیش کیا اور ادھر دنیا اس کو قبول کرنے کے لئے امڈ کھڑی ہو اور دنیا طوفان بن کر آ جائے بلکہ کیا ہے کہ لوگ ستائیں گے بھی ،تنگ بھی کریں گے اور آپ دیکھیں کہ یہ جو پیچھے کہا تھا نا **أَتَصْبِرُونَ** یہ آیت 20 سورت الفرقان میں **أَتَصْبِرُونَ** کیا تم صبر کرتے ہو یعنی لوگوں کا رویہ تو یہی رہے گا تم صبر کرو گے گویا کہ لوگ تو زیادتی کریں گے یعنی اہل مکہ کا رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ جو سلوک تھا تو پہلی بات تو یہ کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہ تو ہوتا ہی آیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ وہ جو کر رہے ہیں بس آپ کو صبر کرنا ہے **وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا** اور تیرا رب ہے ہدایت دینے والا اور تیرا رب ہے مدد کرنے والا تو اس سے مراد کیا ہے کہ رہنمائی اللہ ہی دینے والا ہے **بِرَبِّكَ هَادِيًا** تو دشمنوں کی جو بھی چالیں ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گی ناکام ہو جائیں گی اللہ مدد کرے گا **وَنَصِيرًا** اور دشمن کی دشمنی کتنی عروج پر ہی کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی مدد وہی آپ کے لئے کافی ہوگی **هَادِيًا وَنَصِيرًا** تو اس میں یہ دو باتیں کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ اطمینان رکھیں آپ کا رب ہر مشکل میں آپ کی رہنمائی کرے گا **وَنَصِيرًا** اور وھی آپ کی مدد کرنے کے لئے کافی ہے کیوں ؟ دشمن دشمنی ایک حد تک کر سکتے ہیں پھر اس کے بعد اللہ تعالی کیا کرتے ہیں ان کو ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتے پھر اللہ تعالی ان کو ختم کر دیتے ہیں پھر اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برستا ہے تو اے محمد ﷺ آپ پریشان نہ ہوں اگر آپ کے دشمن قرآن کو چھوڑ

رہے ہیں یا آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہی کی طرف بلا رہے ہیں تو تیرا رب ہے تیری رہنمائی کے لئے اور تیرا رب ہے تیری مدد کرنے کے لئے اور آپ دیکھ لیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اور مسلمانوں کی اللہ تعالی نے قدم قدم پر رہنمائی کی ہے پھر اس کے بعد جہاں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے تو دوسری طرف اہل مکہ جو اعتراض کرتے تھے کہ رسول اللہ کسی سے سیکھ کر قرآن سناتے ہیں اس کا اللہ تعالی جواب دے رہے ہیں کیونکہ اہل مکہ کو اعتراض تھا وہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کسی سے سیکھتے ہیں آپ ﷺ کو کوئی سکھاتا ہے **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا (4) وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (5.** سورتالفرقان)تو یہ آیت نمبر 4 اور 5 میں ان کا اعتراض تھا کہ کوئی آ کر سکھا جاتا ہے۔ یہاں اس کا جواب ہے

آیت نمبر 32. وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا

ترجمہ۔منکرین کہتے ہیں "اِس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟" ہاں، ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لئے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں جنھوں نے کفر کیا **لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ** کہ قرآن ایک ہی بار میں رسول اللہ ﷺ پر نازل کیوں نہ کیا، اللہ نے کتاب کو ایک ہی بار نازل کیوں نہ کیا **جُمْلَةً وَاحِدَةً** جیسے جملہ مکمل ہوتا ہے مکمل قرآن کو ایک بار نازل کیوں نہ کر دیا گیایہ ان کا اعتراض تھا وہ بار بار یہ اعتراض کرتے کبھی کہتے آپ سوچ سوچ کر اس کو بتاتے ہیں کبھی کہتے تھے پوچھ پوچھ کر ،کتابوں سے نقل کر کر کے بتاتے ہیں۔وہ کہتے تھے کہ اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر اکھٹا کیوں نہیں آگیا تو اس کا اللہ نے جواب دیا ہے **كَذَٰلِكَ** اسی طرح یعنی اللہ نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل کیا تو اس کی تین وجوہات ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے ہم تیرے دل کو ثابت رکھیں **لِنُثَبِّتَ** یعنی اسے اچھی طرح ہم تیرے دل میں اتارتے رہیں اسکا ترجمہ یوں بھی ہے کہ اس کے ذریعے ہم تیرے دل کو مضبوط کرتے ہیں دوسرا اس کے ذریعے ہم تیری ہمت بڑھاتے ہیں یا اس کے ذریعے ہم مضبوط رکھیں تیرا دل۔ قران ایک بار نازل نہ کرنے کی حکمت کیا تھی کہ یہ لفظ بہ لفظ آپ ﷺ کےحافظے میں محفوظ ہو جائے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی بھی دی اور کہا کہ آپ اس قرآن کو یاد کرنے میں اپنی زبان کو تیز تیز نہ چلائیں بلکہ اس قرآن کو نازل کرنا اور اس کو یاد کروا دینا یہ ہماری ذمہ داری ہے یعنی آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے دوسری بات یہ تھی کہ جو تھوڑا تھوڑا کر کے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تاکہ تعلیمات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں **لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ** کیونکہ ایک ہی بات کو مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا تو یہ مفید تھا آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے کیونکہ آپ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ پر اگر کتاب ایک ہی دفعہ نازل ہو جاتی تو آپ قرآن کے بار کو اٹھا نہ سکتے اور نہ لوگوں کو پورا صحیح طریقے سے ایک دم سکھا سکتے تھے جیسے مثلاً ایک استاد ہے چاہے تو پوری کتاب ایک نشست میں شاگرد کو سکھا سکتا ہے لیکن اس طرح بچے زیادہ اچھی طرح سبق یاد نہیں کر سکتے تو اس لئے استاد بھی تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھاتا ہے تاکہ بچوں کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے تو اللہ تعالیٰ استاد اور رسول اللہ ﷺ طالبعلم تو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کیا چوتھی اس کی حکمت کیا ہے تاکہ اسلام کے طریقے پر دل جمتا چلا جائے

زندگی گزارنے کا طریقہ کھل کر سامنے آتا چلا جائے **لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ** آپ دیکھیں کہ جیسے عقبہ بن ابی معیط نے جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ برا سلوک کیا اپنے دوست ابی بن خلف کے پیچھے لگ کر تو قرآن میں آیتیں نازل ہو گئیں کہ قیامت کا دن جب ہوگا تو یہ پچھتائے گا کبھی اہل ایمان کو تسلی دینے کیلئے آیتیں نازل ہوتیں تھیں کبھی اہل کفار پر عذاب کی آیتیں نازل کر کے ان کو ڈرایا دھمکایا جاتا تھا تو موقع کی مناسبت سے اللہ تعالی جب جس حکم کو مناسب سمجھتے تھے اس کو نازل کرتے تھے تاکہ حق اور باطل کی کشمکش میں جو پیروکار ہیں ان کی ہمت بڑھے اگر ایک لمبا چوڑا ہدایت نامہ اکٹھا آ جاتا تو پھر کس طرح سے لوگ عمل کرتے کس طرح سے ان کی رہنمائی ہوتی تو یہ چار اہم باتیں ہیں تاکہ حوصلہ بڑھے اور لوگوں کے اندر عزم پیدا ہو **لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ** آپ کا دل مضبوط کیا جائے اور دوسری بات کیا ہے **وَرَتَّلْنَاهُ اور اس** میں یہ بھی مصلحت ہے کہ ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب سے الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے **وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا** اور ہم نے اس کو پڑھ کر سنایا ٹھہر ٹھہر کر تو **وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا** اس کے معنی کیا ہیں ترتیل کہتے ہیں اہتمام کے ساتھ پڑھنا خوبصورتی کے ساتھ پڑھنا، کلام کو ترتیب اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا تو یہاں پھر اس کے معنی کیا ہیں کہ یہ قرآن مجید ہم نے پوری کی پوری کتاب اکٹھی نہیں پکڑا دی بلکہ کیا کیا؟ اہتمام کے ساتھ، درجہ بدرجہ ترتیب کے ساتھ، سبق سبق کر کے پڑھایا تو اس میں تو مشکور ہونا چاہئے ممنون ہونا چاہئے نہ کہ لوگالٹا اعتراض کرنے لگ جائیں **وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا** تو جتنی بھی آسمانی کتابیں تورات انجیل زبور یہ بھی ساری بایک وقت تو نہیں نازل ہوئیں بلکہ کیا ہے کہ تھوڑی تھوڑی کر کے نازل ہوئیں اسی طرح اللہ تعالی نے حالات اور ضرورت کے مطابق قرآن کو 23 سال میں تقریبا 22 سال اور کچھ مہینوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا اور اس کا مقصد کیا تھا کہ لوگوں کی صحیح طور پر رہنمائی کی جا سکے لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور آپ دیکھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی احکامات ملے بیک وقت نہیں ملے تھے کہتے ہیں کہ احکام عشرہ آپ کو جو ملے تھے وہ ایک دفعہ ملے تھے اور جو الواح ملیں تھیں وہ ایک ہی دفعہ ملیں تھیں لیکن باقی سارے جو بھی احکامات ہیں وہ وقتاً فوقتاً آپ پر نازل کیے گئے تھے **وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا** تھوڑا تھوڑا کر کے خوبصورتی کے ساتھ ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل میں قرآن مجید نازل کیا گیا اور تیسری بات کیا تھی

آیت نمبر 33. وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

ترجمہ۔ اور (اس میں یہ مصلحت بھی ہے) کہ جب کبھی وہ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات (یا عجیب سوال) لے کر آئے، اُس کا ٹھیک جواب بر وقت ہم نے تمہیں دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کھول دی

کہ اللہ رب العزت بتا رہے ہیں **وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ** اور نہیں آتے تیرے پاس کوئی مثال لے کر **إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ** مگر یہ کہ ہم پہنچا دیتے ہیں ٹھیک بات۔ یہ الگ الگ نازل کرنے کی تیسری حکمت ہے اب آپ دیکھیں کہ اہل مکہ کا یہ کہنا کہ قصہ محضرت وسیٰ علیہ السلام اور خضر کی حقیقت کیا ہے ذوالقرنین کے بارے میں انہوں نے پوچھا اصحاب کہف کون تھے؟وہ اس طرح کے مختلف سوالات کرتے رہتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں ان باتوں کا جواب دیں تو کیا مطلب ہے اس کا کہ اُدھر سے وہ آئے تیرے پاس کوئی مثال لے کر کیا مصلحت ہے اس میں؟ کہ جب تیرے سامنے وہ کوئی عجیب سوال لے کر آتے ہیں کوئی نرالی بات لے کر آتے ہیں **يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ** وہ لے کر آتے ہیں تیرے پاس کوئی

عجیب مسئلہ ،عجیب سوال، مثال، **إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ** مگر یہ کہ ہم حق بات تیرے پاس لے آتے ہیں سے مراد کیاہے کہ اس کا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تمہیں دے دیا تو یہ ہے اصل بات کہ ہم نے ٹھیک جواب دیا **وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا** اور بہترین طریقے سے بات کھول دی صرف اتنا ہی جواب نہیں دیا جتنا انہوں نے پوچھا تھا بلکہ کیا کیا اللہ تعالی نے کہ جو حقیقت چھپی ہوئی تھی اس کو کھول کر ایسے بیان کیا کہ بات کو نمایاں کر کے سامنے رکھ دیا جیسے **فَسَّرَ** تفسیر ہوتی ہے **(ف س ر)**اس کا مطلب ہوتا ہے واضح کرنا، ڈھکنے کو کھول دینا جیسے کسی چیز پر ڈھکن ہو تو اس کا جب ڈھکن کھول دیا جائے تو بات اور واضح ہو جاتی ہے اس کا مطلب کہ ہم نے بات کو تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا تو اصل بات کیا ہے کہ قرآن مجید جو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تو اس کا فائدہ کیا تھا کہ لوگ عملی زندگی میں قرآن کو اپنائیں عملی زندگی میں اس کے مطابق عمل کریں تو قرآن کو بتدریج نازل کرنے کے جو فوائد اور حکمتیں ہمارے سامنے آئیں وہ کیا ہیں کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جائے رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی کی جائے اور حق اور باطل کی جو کشمکش ہے اس میں مسلمانوں کو بتایا جائے کہ ان کا کردار کیا ہو ان کے معاملات کیسے ہوں تاکہ تحریک اسلامی کامیابی سے آگے چلے اور پھر مسلمانوں کو ایسی تعلیمات کا مجموعہ دیا جائے جس کے مطابق وہ اپنی زندگیاں گزار سکیں یہ تھا اس کا مقصد اور پھر یہ تھا کہ تسلی دینا بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ آپ دنیا میں بڑی پریشانی میں ہوتے ہیں جیسے بیٹی ہے سسرال میں یا کہیں اس کو بہت مسئلہ ہے ٹھیک ہے اب ماں کچھ بھی نہیں کر سکتی اچھی دوست بھی کچھ نہیں کر سکتی لیکن اچھے جملوں میں اس کی رہنمائی کر دیتی ہے کوئی ایک اچھا جملہ بول کر اس کو تسلی دے دیتی ہے تو اس کو لگتا ہے کہ میں پھر کھڑی ہوگئی اسی طرح اہل مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سلوک کرتے تھے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا تھا قرآن کی آیتیں نازل ہوتی تھیں تو مسلمانوں کو ایسا لگتا تھا کوئی خزانہ مل گیا ان کے دل مضبوط ہو جاتے تھے وہ بہادر بن جاتے تھے اور آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے تھےجیسے غزوہ بدر کے موقع پہ اللہ تعالی نے کہا کہ میں تمہارے لئے فرشتے نازل نہ کر دوں؟ فرشتے نازل کر کے تمہاری مدد کی جائے گی اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر صحابہ پر جنگ پہ تبصرہ کہ کیا غلطی ہوئی آئندہ وہ غلطی نہیں کریں گے تو یہ تھیں ساری وجوہات۔ تو اصل بات کیا ہے کہ اللہ کے تو سارے فیصلوں میں حکمت بھی ہے اور تدبیر بھی ہے اور بہتری بھی ہے اللہ تعالی نے فطری شکل میں تحریک کے شروع ہونے سے لے کر آخری لمحات تک جو قرآن کے ذریعے موقع بہ موقع اور ضرورت کے مطابق رہنمائی کی یہ اللہ ہی ہے جو بصیر ہے اور حکیم ہے یہ کسی عام شخص کا کلام نہیں ہے اور نہ کسی عام شخص کا کام ہے اور نہ کوئی عام شخص یہ کام کر سکتا ہے **وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا** اور اللہ تعالی نے جو سمجھایا ہے باتوں کو وہ بہترین تفسیر ہے اس لئے قرآن کی بہترین تفسیر قرآن ہی کے ذریعے ہے تو قرآن اللہ کا کلام ہے ٹھیک جواب دیئے گا بہترین طریقے سے اللہ تعالی نے سارے جواب دیئے

آیت نمبر 34. الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا

ترجمہ۔ جو لوگ اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جانے والے ہیں ان کا موقف بہت برا اور ان کی راہ حد درجہ غلط ہے

رہے وہ لوگ یہ کون لوگ ہیں جن کی بات ہو رہی ہے **الَّذِينَ كَفَرُوا** جنہوں نے انکار کیا یہ ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے **فَقَدْ جَآءُو ظُلْمًا وَزُورً** یہ ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے۔ **لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا**

عُتُوًّا كَبِيرًا جنہوں نے کبر کیا اللہ تعالی کہتے ہیں یہ کبر کرنے والے، یہ جھوٹ بولنے والے، یہ انکار کرنے والے یہ قرآن اور رسول کا ساتھ نہ دینے والے، یہ آخرت اور اللہ پر ایمان نہ لانے والے یہ وہ لوگ ہیں **يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ** جن کو چہروں کے بل حشر کیا جائے گا حشر کے اندر تین باتیں پائی جاتی ہیں پہلی چیز کیا **ہےتجمع** جمع کرنا دوسری چیز کیا ہے **سوق** ہانکنا۔ ان کو پہلے تو جہاں کہیں بھی لوگ ہوں گے ان سب کو اکٹھا کر لیا جائے گا پانی کے اندر ہیں، مچھلی کے پیٹ میں ہیں، قبر کے اندر ہیں جس بھی جگہ جس بھی حال میں ہیں لوگ سارے اکٹھے ہوں گے پھر ان کو ہانکا جائے گا وہ جانا نہیں چاہیں گے اپنے انجام اپنے اعمال حساب کتاب کی طرف لیکن ہانکا جائے گا اور پھر تیسری چیز کیا ہے **بعث** کھڑا کر دیا جائے گا کہ وہ اپنے انجام کی طرف جائیں۔ چاہے قبروں سے کھڑا کرنا ہے، چاہے جہاں بھی وہ ہیں ان کو کھڑا کر دیا جائے گا **يُحْشَرُونَ** میں تجمع ، سوق اور بعث یعنی یہ تینوں چیزیں ہیں کہ ان کو دھکیلا جائے گا اب سمجھ آئی دھکیلنے کی ۔عام طور پر انسان اپنے قدموں پر چلتا ہے لیکن یہاں پر جب ان کو دھکیلا جائے گا تو عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ان کے چہروں کے بل **إِلَىٰ جَهَنَّمَ** جہنم کی طر ف۔ **حدیث** کا مفہوم ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نے پوچھا یا نبی ﷺ قیامت کے دن کافر اپنے منہ کے بل حشر کیے جائیں گے، دھکیلئے جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا جس پروردگار نے انسان کو دو پاؤں پر چلایا ہے وہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل کیا نہیں چلا سکتا یہ بخاری کی روایت ہے۔ تو اصل بات کیا ہے کیوں ان کو منہ کے بل چلایا جائے گا دنیا میں تو پاؤں کے بل چلتے ہیں آپ دیکھیں کہ کسی کے پاؤں میں تھوڑی سی تکلیف ہے پاؤں کٹا ہوا ہے ٹانگ کٹی ہوئ ہے آپ کو بڑا ترس آتا ہے رحم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں لیکن آپ دیکھیں کہ قیامت کے دن یہ لوگ پاؤں کے بل چل ہی نہیں سکیں گے پاؤں ہوں گے تو سہی لیکن چل نہیں سکیں گے چہروں کے بل چلایا جائے گا کیوں؟ اس لئے کہ ان کی عقل اندھی ہو گئی تھی اس لئے کہ یہ سیدھی سادھی باتوں پر چلنے اور عمل کرنے کی بجائے یہ الٹے ہی چلتے رہے یہ صراط مستقیم کے راستے کو چھوڑ کر الٹے راستوں پر چلتے رہے، اندھے ہو گئے یعنی صراط مستقیم سیدھا راستہ ان کو نظر ہی نہ آیا تو اللہ رب العزت کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اب ان لوگوں کو الٹا چلایا جائے گا گمراہوں کی گمراہی کی اب اصل منزل ان کے سامنے آئی ہے **يُحْشَرُونَ** اصل میں مفسرین یہ کہتے ہیں **يُحْشَرُونَ** کے ساتھ جب **علیٰ** آگیا یعنی اتنا ہی کافی تھا **يُحْشَرُونَ** یعنی دھکیلا جانا جب **علی** آگیا تو کہتے ہیں کہ دراصل پھر اس کے معنی **يُسْحَبُوْنَ** کے ہیں **يُسْحَبُوْنَ (س ح ب)** کے معنی کیا ہوتے ہیں گھسیٹنا۔ قرآن میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ۔ **يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْہِہِمْ۝۰ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (48۔** سورت **القمر)."** جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے۔ اور یہاں بھی کہا جا رہا ہے دھکیلا جائے گا تو کہتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے منہ جو باتیں کرتے تھے انہی مونہوں کے بل ان کو اب گھسیٹا جائے گا پھر آپ سوچتے ہیں کہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹا جانا کیسی بات ہے لمحے بھر کے لئے آپ اپنا سر الٹا کر لیں وہی آپ کے لئے مشکل ہوگا اورکجا یہ کہ جہنم میں دھکیلا جائے اور آگ میں گھسیٹا جائے منہ کے بل **إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا** اب آپ دیکھیں **أُولَٰئِكَ** یہ وہ لوگ ہیں **شَرٌّ مَّكَانًا** نہایت بری جگہ پر ہیں اب آپ دیکھیں کہ **شَرٌّ مَّكَانًا** آ گیا **شَرٌّ مَّكَانًا** نہایت برے ٹھکانے کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کر رہے ہیں نہایت برے انجام کی طرف آپ نے آیت نمبر 24 میں پڑھا تھا کہ جنتی لوگوں کو جو جگہ ملے گی **خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا** بڑی اچھی جگہ ہوگی اب یہ اس کا متضاد ہے یہاں **شَرٌّ مَّكَانًا** خیر کا متضاد کیا ہےشر۔ مستقر ٹھہرنے کی جگہ یہاں پر **مَّكَانًا** ہے بہت برا ان کو مکان مل رہا ہے۔ وہاں پہ تھا **خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا** اور یہاں پہ کیا ہے **شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا** اور نہایت برے راستے کی طرف ان کی رہنمائی ہوگی کیوں دنیا میں گمراہوں کو اپنی گمراہی کی منزل کا پتہ ہی نہیں ہوتا جس راستے پہ چل رہے ہیں پتہ نہیں

کہ کہاں پہنچیں گے۔ **وَأَضَلُّ** یہاں پہ مبالغے کا صیغہ ہے ان کی گمراہی کی اصل منزل دوزخ ہے اور جب وہ دوزخ میں پہنچیں گے، جب وہاں جائیں گے پھر ان کو اس وقت سمجھ آئے گی کہ کہاں سے چلے تھے اور کہاں تک پہنچے ہیں اور کیا نتیجہ مل رہا ہے۔ دیکھیں کہ یہ **شر** بھی مبالغے کے لئے ہے کہ بہت برا ٹھکانہ اور **وَأَضَلُّ** بھی مبالغے کے لئے ہے بہت برا راستہ ہے شرک کا، کفر کا ،رسول کا ساتھ نہ دینا، قرآن جو الہامی کتاب ہے اللہ کی اس کو نہ پڑھنا تو اس کا نتیجہ بہت برا ہے اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے ہمیں یہ بات بتا رہے ہیں کہ ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم دوستوں کی وجہ سے دین اسلام کو نہ چھوڑیں، سماجی دباؤ یا رسم و رواج کی وجہ سے قرآن کو پڑھنا نہ چھوڑیں، قرآن مجید اللہ کا بہترین کلام ہے اور دنیا میں اگر کسی کو مثالی نمونہ بنانا چاہئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بہترین عمل کرنے کی توفیق دے اور نیکیوں میں آگے ہی آگے بڑھنے والا بنائے **سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ نَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ**